پلڈاٹ
پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

پاکستان میں معیارِ جمہوریت کا جائزہ
2015

پلڈاٹ

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

پاکستان میں معیارِ جمہوریت کا جائزہ
2015

پلڈاٹ‘ خودمختار‘ غیر جانبدار اور بلامنافع بنیادوں پر کام کرنے والا ایک پاکستانی تحقیقی اور تربیتی ادارہ ہے جس کا مقصد پاکستان میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کا استحکام ہے۔

پلڈاٹ‘ پاکستان کے سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ مصدرہ 1860ء (قانون نمبر 21 بابت 1860ء) کے تحت‘ بلامنافع کام کرنے والے ایک ادارے کے طور پر رجسٹرڈ ہے۔

کاپی رائٹ: پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپرنسی۔ پلڈاٹ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

پاکستان میں شائع کردہ

اشاعت: مئی 2016

آئی ایس بی این: 978-969-558-641-9

اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ پلڈاٹ کے واضح حوالے کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

تعاون

EMBASSY OF DENMARK
DANIDA | INTERNATIONAL DEVELOPMENT COOPERATION

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپرنسی۔ پلڈاٹ

اسلام آباد آفس: PO Box 278‘ F-8‘ پوسٹل کوڈ 44220 اسلام آباد‘ پاکستان

لاہور آفس: PO Box 11098‘ LCCHS‘ پوسٹل کوڈ 54792‘ لاہور‘ پاکستان

Email: info@pildat.org / Web:http://www.pildat.org

مندرجات

پیش لفظ 05
خلاصہ 07
طریق کار 25

ٹائم لائن: 2015 کے دوران پاکستان میں معیارِ جمہوریت پر اثر انداز ہونے والے اہم واقعات 26
پاکستان میں معیارِ جمہوریت کا جائزہ 31
پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی 31
پاکستانی اسمبلیوں میں نمائندگی کا عنصر 33
اسمبلیوں میں بجٹ اجلاس 40
اہم پالیسی معاملات جن میں پارلیمان کو نظر انداز کیا گیا 41
کل جماعتی کانفرنسز کا بڑھتا ہوا رجحان 42
پاکستان سینیٹ: اصلاحاتی ایجنڈے کی جانب گامزن 42
پاکستان کی اسمبلیوں میں بڑھتی ہوئی شفافیت 43
پاکستان کی اسمبلیوں میں حاضری 44
قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی 45
میڈیا کی کارکردگی 50
مقامی حکومتیں 52
سیکورٹی کے شعبے اور قانون کی حکمرانی کا جمہوری جائزہ 53
انتخابی عمل اور انصرام 58
سیاسی جماعتوں کی کارکردگی 62
دستوری فریم ورک 64
سول سوسائٹی 65
انسانی حقوق 67

فہرست جدول

جدول 1: سب سے زیادہ اور سب سے کم سکور حاصل کرنے والے اشاریے 01
جدول 2: پاکستان میں معیارِ جمہوریت: تقابلی سکور 2014-2015 01
جدول 3: صوبائی کابینہ اور صوبائی اپیکس کمیٹیوں کے اجلاسوں کا موازنہ 16
جدول 4: پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی: تقابلی سکور 2013-2015 31
جدول 5: جائزہ گروپ کے سکور اور عوامی تائید کی درجہ بندی کا موازنہ: پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی 32
جدول 6: سب سے زیادہ اہم مسئلہ 33
جدول 7: حکومت کی جانب سے بلائی جانے والی کل جماعتی کانفرنسز: جنوری۔ دسمبر 2015 42
جدول 8: قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی: تقابلی سکور 2014-2015 45
جدول 9: عدلیہ کی کارکردگی اور انصاف تک رسائی: تقابلی سکور 2013-2015 46
جدول 10: پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ میں زیرِ التوا مقدمات 48
جدول 11: میڈیا کی کارکردگی: تقابلی سکور 2013-2015 50
جدول 12: مقامی حکومتوں کا قیام: تقابلی سکور 2013-2015 52
جدول 13: سیکورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کا جمہوری جائزہ: تقابلی سکور 2013-2015 56
جدول 14: انتخابی عمل اور انصرام: تقابلی سکور 2013-2015 58
جدول 15: ووٹر ٹرن آوٹ کا موازنہ 59
جدول 16: سیاسی جماعتوں کی کارکردگی: تقابلی سکور 2013-2015 62
جدول 17: دستوری فریم ورک: تقابلی سکور 2013-2015 64
جدول 18: سول سوسائٹی: تقابلی سکور 2013-2015 65
جدول 19: انسانی حقوق: تقابلی سکور 2013-2015 67

ضمیمہ جات

ضمیمہ الف: پاکستان کے لئے مخصوص فریم ورک پر مبنی جمہوری سکور کارڈ 71
ضمیمہ ب: IIDEA فریم ورک پر مبنی جمہوری سکور کارڈ 75
ضمیمہ ج: جمہوری جائزہ گروپ کے ارکان 85

حوالہ جات 89

پیش لفظ

''پاکستان میں معیارِ جمہوریت کا جائزہ، 2015'' سال 2015 کے دوران پاکستان میں جمہوریت کے معیار کا جائزہ لینے کی غرض سے پلڈاٹ کی تیار کردہ رپورٹ ہے۔

یہ رپورٹ اعداد و شمار کے تجزیے اور سکور پر مبنی ہے جسے پلڈاٹ کی ٹیم نے پلڈاٹ کے جمہوری جائزہ گروپ کے ارکان کی قابلِ قدر رہنمائی میں مرتب کیا ہے۔ اس رپورٹ میں اس موضوع پر ہونے والی قومی سطح کی مشاورت سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں رہنمائی کے لئے پلڈاٹ نے درج ذیل تین طریق ہائے کار کا استعمال کیا:

1) اس پوری مدت کے دوران، جمہوریت سے متعلق پیش ہائے رفت کی بغور نگرانی اور ایک معیاری جائزہ رپوٹ کی تیاری جس میں ان پیش ہائے رفت کو شامل کیا گیا اور ان کا تجزیہ کیا گیا جنہوں نے کسی نہ کسی طرح جمہوریت پر اثرات مرتب کئے؛
2) مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی نامور شخصیات پر مشتمل پلڈاٹ کے جمہوری جائزہ گروپ کی جانب سے دیئے گئے سکور پر مبنی معیارِ جمہوریت کا مقداری quantative تجزیہ؛
3) پاکستان میں جمہوریت کے معیار کے جائزے پر پلڈاٹ کی جانب سے جون 2015 میں کرائے گئے رائے عامہ کے سروے کے نتائج۔

یہ رپورٹ پاکستان کے لئے مخصوص فریم ورک اور اس پر پلڈاٹ کے جمہوری جائزہ گروپ کی جانب سے دیئے گئے سکورز کی بنیاد پر تیار کی گئی ہے۔ اگرچہ اس رپورٹ میں بنیادی تجزیہ میں، جمہوری جائزہ گروپ کی جانب سے انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار ڈیموکریسی اینڈ الیکٹورل اسسٹنس (IIDEA) جمہوری جائزہ فریم ورک پر دیئے گئے سکور شامل نہیں ہیں، تاہم یہ اس رپورٹ کے ضمیمہ میں دیئے گئے ہیں۔

اظہارِ تشکر

بنیادی اعداد و شمار کو مرتب اور اس رپورٹ کو تحریر جناب محمد سعد، پراجیکٹس منیجر نے کیا ہے اور اس پر نظر ثانی محترمہ آسیہ ریاض، جوائنٹ ڈائریکٹر نے کی جبکہ مجموعی نگرانی اور رہنمائی جناب احمد بلال محبوب، صدر نے کی۔

یہ رپورٹ پلڈاٹ نے جمہوریت اور گورننس منصوبے کے تحت شائع کی ہے جس کے لئے اسے مالی معاونت Danish International Development Agency (DANIDA) حکومت ڈنمارک سے حاصل ہوئی۔

اظہارِ لاتعلقی

پلڈاٹ کی ٹیم نے عوامی طور پر دستیاب اعداد و شمار اور ان کی بنیاد پر کئے گئے تجزیے کی صحت کو یقینی بنانے کی ہر ممکن سعی کی ہے۔ لہذا کوئی بھی سہو یا چوک غیر ارادی ہو گی۔ ضروری نہیں کہ اس رپورٹ میں دی گئی آرا، تجزیہ اور سکور DANIDA، حکومت ڈنمارک یا رائل ڈینش ایمبیسی اسلام آباد کی آرا کی عکاسی کرتے ہوں۔

اسلام آباد
مئی 2016

خلاصہ

2015 میں معیارِ جمہوریت کے جائزے میں یہ بات سامنے آئی کہ پاکستان کے تمام صوبوں میں منعقد ہونے والے مقامی حکومت، کنٹونمنٹ بورڈز اور اسلام آباد کیپٹل ٹیریٹری کے انتخابات کے ماسواء پاکستان کی جمہوریت 2014 کے مشکل وقت کے بعد ابھی بھی مشکلات سے باہر آنے کی جدوجہد کر رہی ہے۔

زیرِ غور عرصہ میں جمہوری حکومت کی رٹ کمزور ہوئی جیسا کہ پالیسیاں وضع کرنے اور فیصلہ کرنے، بالخصوص ہماری خارجہ پالیسی اور اندرونی سیکیورٹی کی پالیسی وضع کرنے میں اس کے اختیار کو فوجی قیادت کی وجہ سے ضرر پہنچا۔ اس کو ایسے بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ دھرنا ہونے کی وجہ سے منتخب حکومت کو احتجاج کنندگان اور فوجی قیادت کی جانب سے تضحیک کا سامنا کرنا پڑا۔ بہرحال یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ 2015 میں سیکیورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کے جمہوری جائزہ نے 29.2 فیصد سکور حاصل کیا، جو 2014 کے مقابلے میں 4.7 فیصد تک کم ہو گیا۔

اگرچہ بہتری کے اشارے ملتے ہیں، خاص طور پر پاکستان کی سینیٹ میں، لیکن 2015 کے دوران اسمبلیوں کی کارکردگی میں کوئی زیادہ بہتری نہ دیکھی گئی۔ ابھی بھی اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ منتخب نمائندگان پارلیمنٹ کو اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے اہم میدان خیال نہیں کرتے ہیں؛ وہ اپنا زیادہ تر وقت اور طاقت اپنے حلقہ جات کے نجی مسائل جیسا کہ مقامی انتظامیہ، پولیس، روزگار، تقرریوں، تبادلہ جات وغیرہ میں دلچسپی رکھتے ہیں نہ کہ وہ اسمبلیوں میں قانون سازی اور نمائندگی میں دلچسپی رکھیں۔ غیر رسمی اور ایڈہاک ریونیو بارے مشاورت کے لئے پارلیمنٹ کو دور رکھا جاتا ہے، جیسا کہ آل پارٹیز کانفرنسوں میں دونوں، وزیر اعظم اور پاکستان تحریک انصاف کے قائد عمران خان، قومی اسمبلی میں تیسری بڑی پارلیمانی جماعت کے قائد بہت کم اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرتے ہیں جو پارلیمنٹ کو کم اہمیت دینے کو ظاہر کرتی ہے۔

عدلیہ کی کارکردگی کے متعلق یہ بات سامنے آئی ہے کہ انصاف تک تیز اور سستی رسائی ایک اہم مسئلہ ہے، جس کی وجہ پاکستان کی ضلعی عدلیہ میں بہت زیادہ کیسوں کا اضافہ اور ان کا زیرِ التوا ہونا ہے۔ عدالتوں کے تقریباً غیر فعال ہونے کی وجہ 6 جنوری 2015 کو کی جانے والی آئینی ترمیم ہے جس میں فوجی عدالتوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ منتخب حکومت دو سال کے اختتام پر فوجی عدالتوں میں توسیع لے لیں جس کے تحت قانون فوجی عدالتوں با اختیار بنائے گا جو 2016 کے آخر تک ختم ہو جائیں گی، پاکستان کے عدالتی نظام میں اصلاحات کے لئے کوئی ٹھوس اقدام نہ کیا گیا ہے اور اب تک پاکستان کے عدالتی نظام میں اصلاحات لانے کے لئے آدھے سے زیادہ وقت پہلے ہی گزر چکا ہے۔

اس پیش رفت میں یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان کے عوام تنازعات کے حل اور انصاف کے لئے غیر رسمی اور متبادل ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ جماعت الدعوۃ کی جانب سے قائم کی جانے والی شریعہ کورٹس کی مثال کو زیرِ غور لایا جا سکتا ہے۔ متوازی عدالتی نظام جو 1990 سے صرف وفاقی دارالحکومت میں فعال تھا، اب اتنا پھیلایا جا چکا ہے کہ 7 "شریعہ کورٹس" فنکشنل ہیں، ایک لاہور،

گوجرانوالہ، بہاولپور، ملتان، کراچی، کوئٹہ اور اسلام آباد میں ہیں۔ صرف لاہور کی شرعی عدالت میں 16 نومبر 2015 تک، کم از کم 5529 کریمنل نوعیت کے کیسز، بشمول قتل، پراپرٹی اور مالی تنازعہ جات کو حل کیا گیا۔ ترقی یافتہ جمہوریت میں یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ ایک ایسا متوازی عدالتی نظام جو ایک غیر حکومتی مذہبی جماعت کی جانب سے چلایا جاتا ہے لوگوں کو سمن جاری کرتے ہیں اور ایسے مقدموں پر فیصلہ کرتے ہیں جن کو اصولی طور پر سرکاری عدالتوں میں لایا جانا چاہیے۔

تاہم، پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ کو وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے مقامی حکومتوں کے انتخابات کے انعقاد کے لئے زور دینے کی کوششیں قابل تعریف ہیں۔ اگر سپریم اور ہائی کورٹس نے زور نہ دیا ہوتا تو وفاقی اور صوبائی حکومتیں ٹال مٹول کرتی رہتیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوریت کے معیار میں سب سے زیادہ بہتری مقامی حکومتوں کے قیام میں دیکھی گئی جس کے لئے سکور میں 2014 میں 19.3 فیصد سے 2015 میں 31.8 فیصد تک تقریباً 12.5 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

انتخابی عمل اور انصرام کے معاملے میں، الیکشن کمیشن آف پاکستان کی 2015 کے دوران اپنی اتھارٹی کو منوانے میں نااہلیت سامنے آئی لیکن اس کے باوجود 2013 کے عام انتخابات کو جنرل الیکشن انکوائری کمیشن کی جانب سے آخر کار کلین چٹ دے دی گئی جس سے انتخابات سے متعلق سارا تنازعہ ختم ہو گیا۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان کو ملکی تاریخ کے سب سے بڑے مقامی حکومت کے انتخابات کے لئے سراہا جانا چاہیے۔ اگرچہ خیبر پختونخواہ اور پنجاب کے مقامی حکومت کے انتخابات میں ابتدائی دور میں تشدد کے واقعات ہوئے، جو الیکشن کمیشن آف پاکستان اور صوبائی حکومتوں کی انتظامی کمزوریوں کو ظاہر کرتا ہے، لیکن مسلسل انتخابات کے انعقاد سے بہتری دیکھی گئی۔

2015 میں وفاقی حکومت کو آئینی اداروں سے الگ ہو کر فیصلہ سازی کرتے دیکھا گیا جیسا کہ وفاقی کابینہ کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ وفاقی کابینہ کے 2015 کے دوران صرف 10 اجلاس منعقد ہوئے جبکہ قواعد انضباط کار کے تحت اس کے 52 اجلاس منعقد ہونے چاہیئں۔ دوسرے الفاظ میں، وفاقی کابینہ صرف اصل وقت کے جون 2015 کے آخر تک کے صرف 20 فیصد اجلاس منعقد ہوئے، جون 2013 میں اقتدار سنبھالنے کے بعد، زیرِ غور عرصہ کا آخری اجلاس 15 ستمبر 2015 کو منعقد ہوا۔ یہ مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ 2015 میں سیکیورٹی ہمارے ملک کو سب سے اہم درپیش مسئلہ رہا، نیشنل سیکیورٹی کمیٹی "نیشنل سیکیورٹی پر سب سے بڑی فیصلہ ساز باڈی" کا سال کے دوران ایک اجلاس بھی منعقد نہ ہوا۔ اس کی بجائے، وزیرِ اعظم نے آرمی چیف کے ساتھ ذاتی طور پر رابطہ کیا۔ وفاقی وزیر برائے دفاع ان میٹنگز کا صرف 21 فیصد تک حصہ رہے۔

2015 کے دوران پاکستان کی جمہوریت میں قانون کی حکمرانی ایک اہم مسئلہ رہی۔ آصف علی زرداری کے ایس جی ایس اور کوٹیکنا کے کرپشن کیسز جیسے واقعات موجود نہ تھے۔ مسلسل اور ضد کی وجہ سے عدالتی کارروائی کو نہ ماننا، ڈیتھ سیل سے صولت مرزا کی مشتبہ اعترافی ویڈیو کا باہر آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ پاکستان میں قانون کی حکمرانی صرف کمزوروں کے لئے ہے جبکہ جو طاقتور ہیں ان کی کمزوروں پر حکمرانی جاری رہتی ہے۔

2015 میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا دونوں نہ صرف آؤٹ لیٹس میں بلکہ وسعت میں بھی ترقی کر رہے ہیں۔ تاہم، 2015 میں یہ واضح ہوا کہ میڈیا کی آزادی کو نہ صرف سلب کیا گیا بلکہ حکومت نے اس پر اپنا اثر و رسوخ اور کنٹرول بھی ظاہر کیا۔ اس کی بجائے سیاستدانوں اور منتخب قیادت پر یک طرفہ تنقید

کی گئی۔اس کے برعکس، فوجی قیادت، جس نے پاکستان کی سیاست میں اپنے آپ کو ایک اہم کردار ثابت کیا ہے، ہر قسم کی تنقید سے محفوظ ہے۔ جبکہ حکومت کا میڈیا پر کنٹرول ایک بڑا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ اب بہت زیادہ تعداد میں پرائیویٹ میڈیا چینلز کا آغاز ہو گیا ہے، میڈیا پر بہت سارے کاروباری افراد کے کنٹرول نے اظہار رائے کی آزادی کی رکاوٹوں میں نئی راہیں متعارف کروائی ہیں۔

سال 2015 میں، پاکستان میں موجود جواب دہی کے ڈھانچہ میں ایک نئی بازگشت سنائی دی ہے۔قومی احتساب بیورو کو بہت سخت قسم کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں جس میں 150 میگا کرپشن کیسز کی فہرست فراہم کی گئی ہے جس میں ادارہ نے ابھی تک فیصلہ نہیں کیا۔

فہرست میں ہائی پروفائل شخصیتوں کے خلاف کیسز شامل ہیں جن میں وزیراعظم، وزیراعلیٰ پنجاب، سابق وزیراعظم، وزراء اور بیوروکریٹ شامل ہیں۔ یہ بات حوصلہ افزاء ہے کہ NAB نے مقدمات کے مختلف مرحلوں کے لئے حتمی مدت مقرر کر دی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ یہ مقررہ مدت زیرالتواء مقدموں پر مساوی طور پر لاگو ہوگی۔ پی پی پی کی زیر قیادت حکومت سندھ نے NAB پر کڑی تنقید کی اور 2015 میں NAB کے اختیار ختم کرنے کے لئے سینیٹ میں پرائیویٹ ممبرز قانون متعارف کروایا۔

تاہم، اگرچہ 2015 میں پاکستان میں جمہوریت کے مجموعی معیار کو 50 فیصد سکور ملا، جو موازنہ کے طور پر 2014 کے 44.3 فیصد سے 6 فیصد زائد ہے، لیکن 2013 کے 54 فیصد سکور سے کافی کم ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان کی جمہوریت کی بہتری، اور 2013 کے دوران اس کی کامیابی ابھی تک واپس نہ آئی ہے اور 2014 کے دھرنے اور دیگر پہلے ہونے والی منفی واقعات کی وجہ سے یہ مشکلات کا شکار ہے۔

جمہوریت کے تجزیوں کے 12 پیمانوں میں سے، جمہوریت کا مجموعی معیار اور جمہوری اداروں کے موثر پن کے علاوہ، 2015 میں صرف دو میں 2014 سے موازنہ میں بہتری آئی۔ ان میں پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں (2014 میں 44.9 فیصد بمقابلہ 2015 میں 45.1 فیصد) اور مقامی حکومتوں کے ادارے شامل ہیں (2014 میں 19.3 فیصد بمقابلہ 2015 میں 31.8 فیصد)

2015 میں 4 پیمانوں نے 50 فیصد یا اس سے زائد سکور حاصل کیا۔ان میں میڈیا کی کارکردگی (50 فیصد)، آئینی فریم ورک (50.7 فیصد)، انتخابی عمل اور انصرام (51 فیصد) اور سول سوسائٹی (51.4 فیصد) شامل ہیں۔

2014 میں، ان شعبوں میں عدلیہ کی کارکردگی اور انصاف تک رسائی (54.9 فیصد) میڈیا کی کارکردگی (53.1)، آئینی فریم ورک (57.2 فیصد)، انتخابی عمل اور انصرام (53.9 فیصد) اور سول سوسائٹی (56.7 فیصد) شامل تھے۔2013 میں، ان میں آئینی فریم ورک (55.2 فیصد) اور انتخابی عمل اور انصرام (53.8 فیصد) شامل ہیں۔

یہ بیان کیا جانا ضروری ہے کہ میڈیا، آئینی فریم ورک اور انتخابی عمل اور انصرام یہ تین ایسے ادارے ہیں جنہوں نے جمہوریت کے معیار کو بہتر بنانے میں گزشتہ تین سالوں میں باقاعدگی سے زیادہ سکور حاصل کیا ہے۔

خلاصہ

چار پیمانے ایسے ہیں جنھوں نے 2015 کے جمہوریت پر تجزیہ میں 40 فیصد سے بھی کم سکور حاصل کیا۔ یہ شعبہ جات تشویش کا باعث ہیں۔ ان میں قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی (34.9 فیصد)، مقامی حکومتوں کا قیام (31.8 فیصد)، سیکیورٹی سیکٹر کا جائزہ اور قانون کی حکمرانی (29.2 فیصد) اور انسانی حقوق (38.2 فیصد) شامل ہیں۔

2014 میں ایسے شعبے جنھوں نے 40 فیصد سے کم سکور حاصل کیا تھا ان میں قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی (38.3 فیصد)، مقامی حکومتوں کا قیام (19.3 فیصد)، سیکیورٹی سیکٹر کا جمہوری جائزہ اور قانون کی حکمرانی (33.9 فیصد) شامل ہیں۔

2013 میں، کم سکور کرنے والے پیمانوں میں غیر منتخب ایگزیکٹو/ بیوروکریسی کی کارکردگی (36.9 فیصد)، مقامی حکومتوں کا قیام (16.5 فیصد) سیکیورٹی سیکٹر کا جمہوری جائزہ اور قانون کی حکمرانی (31.3 فیصد) اور انسانی حقوق (25.8 فیصد) شامل تھے۔

چنانچہ، قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی، مقامی حکومتوں کا قیام، سیکیورٹی سیکٹر کا جمہوری جائزہ اور قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے پیمانے گزشتہ تین سالوں میں پاکستان کی جمہوریت کے تناظر میں تشویش کا باعث رہے ہیں۔ سال 2013 '2014 اور 2015 کے اختتام پر سب سے زیادہ اور سب سے کم سکور حاصل کرنے والے جمہوری جائزہ پیمانوں کا موازنہ جدول 1 میں دیا گیا ہے۔

جدول 1: سب سے زیادہ اور سب سے کم سکور حاصل کرنے والے اشاریے

نمبر شمار	سال	سب سے زیادہ سکور والا پیمانہ	سب سے کم سکور والا پیمانہ
1	2015	سول سوسائٹی (51.4%)	سیکورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کا جمہوری جائزہ (29.2%)
2	2014	آئینی فریم ورک (57.2%)	مقامی حکومتوں کا قیام (19.3%)
3	2013	آئینی فریم ورک (55.2%)	مقامی حکومت کا قیام (16.5%)

جدول 2: پاکستان میں معیارِ جمہوریت: تقابلی سکور 2015-2014

نمبر شمار	پیمانہ	2014	2015	فیصد اضافہ یا کمی	پیمانے کا درجہ (2015 کے لئے)
1	جمہوریت کا مجموعی معیار	44.3%	50%	+5.7	4
2	جمہوری اداروں کا موثر ہونا اور جمہوری عمل کی پیروی	45.2%	46.8%	+1.6	7
3	پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی	44.8%	45.1%	+0.3	8
4	وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی	38.3%	34.9%	-3.4	12
5	غیر منتخب انتظامیہ کی کارکردگی	48.3%	42%	-6.3	10
6	عدلیہ کی کارکردگی اور انصاف تک رسائی	54.9%	49.1%	-5.8	6

7	میڈیا کی کارکردگی	53.1%	50%	-3.1	4
8	مقامی حکومتوں کا قیام	19.3%	31.8%	+12.5	13
9	آئینی فریم ورک	57.2%	50.7%	-6.5	3
10	سیکورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کا جمہوری جائزہ	33.9%	29.2%	-4.7	14
11	انتخابی عمل اور انصرام	53.9%	51%	-2.9	2
12	جمہوریت میں سیاسی جماعتوں کی داخلی و بیرونی کارکردگی	45.7%	44.3%	-1.4	9
13	سول سوسائٹی	56.7%	51.4%	-5.3	1

پاکستان کے لئے مخصوص جمہوری جائزہ فریم ورک کے پیمانوں کے تحت 2015 کے لئے کچھ مثبت اور منفی تبدیلیاں ریکارڈ کی گئیں جو درج ذیل ہیں:

2015 میں پاکستان کی جمہوریت کے معیار پر اثر انداز ہونے والی مثبت پیش ہائے رفت

پاکستان کی جمہوریت کا مجموعی معیار

2014 سے موازنہ کے طور پر 2015 میں پاکستان کی جمہوریت کے معیار میں لوگوں کی رائے میں 10 فیصد اضافہ دیکھا گیا۔ پلڈاٹ کے پورے ملک میں رائے عامہ کے سروے کے مطابق، 66 فیصد افراد نے پاکستان میں جمہوریت کے معیار پر مثبت رائے دی جو 2014 میں 56 فیصد تھی۔ اسی طرح، 58 فیصد رائے کنندگان نے کہا کہ وہ 2015 میں پاکستان میں جمہوریت کے معیار سے مطمئن تھے جبکہ 2014 میں ان کی تعداد 55 فیصد تھی۔ مجموعی طور پر جمہوریت کے معیار میں رائے عامہ کی تائیدی درجہ بندی جائزہ گروپ کے اسی پیمانہ پر تفویض کردہ سکور کے ساتھ بڑھتی ہے جو 2015 میں 50 فیصد تھی اور موازنہ کے طور پر 2014 میں 44.3 فیصد تھی۔

پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی

پاکستان کی اسمبلیوں کی جمہوریت کے معیار میں کارکردگی ملی جلی رہی۔ پاکستان کی اسمبلیوں میں شفافیت بڑھانے کے لئے مثبت رجحانات دیکھے گئے۔ صوبائی اسمبلی پنجاب پہلی اسمبلی بنی جس نے اراکین کی حاضری آن لائن جاری کی اور بعد میں قومی اسمبلی اور سینیٹ نے بھی پنجاب اسمبلی کی پیروی کی۔ تاہم، صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ، جس نے قانون حق حصول معلومات 2013 کو نافذ کرنے میں سبقت لی، ابھی تک ایم پی ایز کی حاضری آن لائن نہ کی ہے۔ اسی طرح، بلوچستان اور سندھ کی صوبائی اسمبلیوں نے ابھی تک اراکین کی حاضری اپ لوڈ کرنا شروع نہیں کی ہے۔

شفافیت اور رسائی کے لئے، قومی اسمبلی نے 2015 میں 49 فیصد سکور حاصل کیا، جبکہ صوبائی اسمبلی پنجاب اور خیبر پختونخواہ کی اسمبلی نے، قومی اسمبلی کی پیروی کرتے ہوئے 48 فیصد سکور حاصل کیا۔ صوبائی اسمبلی سندھ نے 40 فیصد اور بلوچستان اسمبلی نے 38 فیصد سکور حاصل کیا۔ سینیٹ کو اس تجزیہ میں شامل نہیں کیا گیا۔

صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ اور بلوچستان نے مثبت قدم اٹھاتے ہوئے اول الذکر نے خاتون ڈپٹی سپیکر اور موخر الذکر نے خاتون سپیکر کی تقرری کی۔ تاہم،صوبائی اسمبلی بلوچستان کے ڈپٹی سپیکر کی نشست ابھی تک خالی ہے۔

2015 میں پاکستان کی سینیٹ کی جانب سے اصلاحات کے ایجنڈے کا اجراء پاکستان کی جمہوریت کے لئے ایک مثبت اقدام ہے۔ان میں سینیٹ کے قواعد انضباط کار میں جمہوری جائزہ پر اختیارات میں اضافہ اور وقفہ سوالات میں اضافہ ہے۔[2] 2015 میں پاکستان سینیٹ نے اپنی پبلک پٹیشن پورٹل 2015 کا اجراء کیا۔ 4 فروری 2016 تک ،کل 1112 درخواستیں دی گئیں ۔ یہ تمام درخواستیں سینیٹ کی متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کو بھجوائی گئیں۔ 2015 میں،اہم نوعیت کی 6 درخواستوں پر ایوان میں تیس منٹ تک بحث کی گئی۔

ایک اور اہم پیش رفت، وفاقی وزارتوں کے PSDP کی تجاویز پر 2015 کے دوران،قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹیوں کے کل 141 اجلاس منعقد ہوئے۔ یہ قابل غور ہے کہ قومی اسمبلی کی 30 سٹینڈنگ کمیٹیاں وزارتوں سے متعلق ہیں،جس کی شرح 1.4 اجلاس فی کمیٹی بنتی ہے۔تمام اجلاس 31 مارچ 2015 کو متعلقہ وزارتوں کو سفارشات جمع کروانے کے لئے حتمی تاریخ سے پہلے منعقد ہوئے۔

پاکستان چین اقتصادی راہداری کے تحت مساوی ڈویلپمنٹ ،مختلف سیاسی پارٹیوں کے لئے ایک بڑا مسئلہ تھا،CPEC پر پارلیمانی کمیٹیوں کی سینیٹر مشاہد حسین سید کی زیر قیادت تشکیل،اور اس کا اچھا کام،2015 میں پاکستان کی اسمبلیوں کے لئے ایک مثبت پیش رفت تھی۔

PTI اور PML(N) کے درمیان 2013 کے عام انتخابات پر مبینہ دھاندلی کے انکوائری کمیشن کی تشکیل کے لئے 2 اپریل 2015 کو MOU پر ساز گار ماحول میں دستخط کئے گئے جس نے ملک کی جمہوریت میں مثبت پیش رفت کو ظاہر کیا۔آخر کار MOU PTI پر دستخط کرنے کے بعد اسمبلیوں میں واپس آئی۔MQM نے جولائی 2015 میں اسمبلیوں سے استعفی دے دیا کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ کراچی آپریشن صرف اس کی پارٹی کے خلاف کیا جا رہا تھا اور اس کے اعتراضات کو بھی حل نہ کیا گیا۔تاہم،16 اکتوبر 2016 کو اعتراضات کے حل کی کمیٹی کے قیام سے MQM نے استعفے واپس لے لئے اور اسمبلیوں میں واپس آ گئی۔

قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی

قومی اور صوبائی حکومتوں کے معاملے میں، بلوچستان میں پر امن اختیارات کی منتقلی دیکھی گئی جب 23 دسمبر 2015 کو،سردار ثنا اللہ زہری،ایم پی اے (پی ایم ایل ۔ این) نے بطور وزیر اعلیٰ بلوچستان' ڈاکٹر عبد المالک بلوچ کی جگہ لی۔ یہ معاہدہ مری 2013 کے تحت کیا گیا،جس کے تحت وزیر اعلیٰ بلوچستان کی 5 سالہ مدت' نیشنل پارٹی اور پی ایم ایل ۔ این کے درمیان شئیر کی جائے گی۔ ڈاکٹر بلوچ نے بطور وزیر اعلیٰ ڈھائی سالہ مدت 4 دسمبر 2015 کو مکمل کی نیشنل پارٹی نے وزارت پی ایم ایل۔این کے سردار ثنا اللہ زہری کے حوالے کی۔ نئے وزیر اعلیٰ نے 12 جنوری 2016 کو وہی کابینہ رکھی جس کا تقرر ڈاکٹر عبد المالک بلوچ نے کیا تھا۔

عدلیہ کی کارکردگی اور انصاف تک رسائی

پاکستان کی عدلیہ کو سراہا جانا چاہیے کہ اس نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں پر مقامی حکومت کے انتخابات کے لئے دباؤ ڈالے رکھا، جو بصورت دیگر اپنے اس

فرض کو سرانجام نہ دیتیں۔ 2015 کے دوران پاکستان کی عدلیہ کی جانب سے بہت اہم فیصلے کیے گئے جس نے ملک میں جمہوریت کے معیار کو مضبوط کیا۔ انکوائری کمیشن کی رپورٹ کے علاوہ، 5 اگست 2015 کو سپریم کورٹ نے اٹھارہویں اور اکیسویں آئینی ترمیم کے خلاف تمام درخواستیں خارج کر دیں۔ مئی 2015 کو، لاہور ہائی کورٹ نے حکم امتناع جاری کرتے ہوئے لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (LDA) کو تمام منصوبوں خاص طور پر سگنل فری کوریڈور جیسے منصوبوں سے پنجاب میں مقامی حکومتوں کے انتخابات ہونے تک روک دیا۔ اگرچہ، سپریم کورٹ نے بعد میں حکم امتناع ختم کر دیا، LHC کے فیصلے کو منتخب مقامی حکومت کی اتھارٹی کے ساتھ ساتھ اداروں کی اتھارٹی منوانے جیسا کہ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (LDA) کے لئے' سراہا جانا چاہیے۔

زیرِ غور عرصہ کے دوران دو مثبت پیش ہائے رفت دیکھی گئیں، پاکستان کے عدالتی نظام میں اصلاحات لانے کے لئے حوصلہ افزا تحریک کی طرف پیش رفت ہوئی۔ سینیٹ کمیٹی نے 31 دسمبر 2015 کو مجموعی طور پر رپورٹ تیار کی جس کا عنوان ملک میں سستے اور تیز سے انصاف کی فراہمی تھا۔ اسی طرح، وزیراعظم کی قانونی اور عدالتی اصلاحات کی کمیٹی نے وزیراعظم کو رپورٹ جمع کروائی جس کا مقصد پاکستان کے عام شہری کو انصاف کی جلدی فراہمی پر زور دینا ہے۔[6] یہ ابھی دیکھنا باقی ہے کہ کتنی عمدگی سے وزیراعظم اور اس کی ٹیم ان سفارشات کو قوانین اور نافذ العمل قوانین میں منتقل کرتے ہیں۔

میڈیا کی کارکردگی

20 اگست 2015 کو وفاقی وزارت اطلاعات' نشرواشاعت اور ورثہ کی جانب سے الیکٹرانک میڈیا کے لئے، ایک ہی طرح کا ضابطہ اخلاق جاری کیا گیا، تاہم، PEMRA اور PBA دونوں ضابطہ اخلاق پر اتفاق رائے کرنے پر رضامند نہ تھے، لیکن سپریم کورٹ آف پاکستان کی جانب سے حکم پر انہیں رضامند ہونا پڑا۔ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA) کے مستقل چیئرمین، جناب ابصار عالم کا 11 نومبر 2015 کو آخر کار تقرر کیا گیا۔[7]

2015 میں، دونوں، حکومت اور میڈیا کی آزادی کو یقینی بنانے کے لئے کارکردگی نے 64 فیصد کی تائیدی درجہ بندی حاصل کی۔ موازنہ کے طور پر 2014 میں رائے عامہ کے سروے کے مطابق حکومت کی میڈیا کی آزادی کو یقنی بنانے کے لئے کارکردگی کو 56 فیصد سکور ملا تھا۔

مقامی حکومتوں کا قیام

پورے ملک میں سروے سے 80 فیصد رائے دہندگان نے 2015 میں مقامی حکومت کے انتخابات کو بہت اہم قرار دیا۔ آخر کار 2015 میں، پاکستان کے بڑے حصوں میں مقامی حکومتوں کا قیام ایک حقیقت بن گیا۔ خیبر پختونخواہ، پنجاب، سندھ، اسلام آباد کیپٹل ٹیریٹری اور کنٹونمنٹ بورڈز اور بلوچستان میں مقامی حکومتوں کی تشکیل کے لئے ہونے والے انتخابات سے قومی اور صوبائی حکومتوں نے آخر کار اپنی آئینی ذمہ داریاں سرانجام دیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہی وجہ ہو کہ مقامی حکومتوں کے قیام کی وجہ سے اس پیمانہ میں 64.8 فیصد اضافہ ہوا جو 2014 میں 19.3 فیصد سے بڑھ کر 2015 میں 31.8 فیصد ہو گیا۔

اس پر غور کیا جانا چاہیے کہ فاٹا اور گلگت بلتستان میں مقامی حکومتوں کے انتخابات نہ ہوئے۔ مقامی حکومت کے قوانین منتخب مقامی حکومتوں کو اختیارات

خلاصہ

دینے سے متعلق بہت حد تک کمزور رہے اور ان کو مضبوط اور ان میں بہتری لائی جانی چاہیے۔

انتخابی عمل اور انصرام

انتخابی عمل اور انصرام سے متعلق ممکن ہے کہ سب سے اہم پیش رفت 2013 کے عام انتخابات کے انکوائری کمیشن کے نتائج تھے۔ کمیشن، پاکستان تحریک انصاف کے 2013 کے عام انتخابات میں بڑی دھاندلی کے دعوے پر بنایا گیا تھا۔ تاہم، اس کی رپورٹ 2013 کے عام انتخابات کے انصرام میں ECP کے کردار بارے ایک اہم استغاثہ تھی۔ PTI کی جانب سے انکوائری کمیشن کے فیصلے کو تسلیم کرنا اس معاملے میں ایک مثبت پیش رفت تھی۔

پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے کے مطابق، 2013 کے عام انتخابات کے معیار کے بارے میں عوامی رائے میں بہتری آئی۔ 59 فیصد رائے کنندگان نے یہ مانا کہ 2013 کے عام انتخابات کافی حد تک شفاف اور منصفانہ تھے۔ موازنہ کے طور پر، منتخب حکومت کے پہلے سال میں منعقد کردہ سروے میں 53 فیصد لوگوں کا یہ خیال تھا کہ 2013 کے عام انتخابات کافی حد تک شفاف اور منصفانہ تھے۔

سول سوسائٹی کی کارکردگی

عوامی دلچسپی کے امور پر 2015 میں پاکستان کی سول سوسائٹی نے کئی اتار چڑھاؤ دیکھے۔ ان میں شفقت حسین کی پھانسی، قانون پری وینشن آف الیکٹرانک کرائمز، 2015 کی کچھ متنازعہ دفعات سے مزاحمت، مشہور ویب سائٹ youtube کو روکنے میں مزاحمت، اور حکومت پنجاب کے ترقیاتی منصوبے، جیسا کہ پنجاب میں سگنل فری کوریڈور جیسے معاملات شامل ہیں۔

اکتوبر 2015 میں، وفاقی وزارت داخلہ نے پاکستان میں بین الاقوامی غیر حکومتی تنظیموں (NGOs) کی رجسٹریشن اور کام کرنے کے لئے نئی پالیسی کا اعلان کیا۔ تمام NGOs کو ہدایات دی گئیں کہ وہ وزارت داخلہ سے رجسٹریشن کے لئے آن لائن درخواست دیں۔ علاوہ ازیں، وفاقی وزیر داخلہ، چودھری نثار علی خاں، ایم این اے نے بیان جاری کیا کہ غیر ملکی NGOs کو وزارت داخلہ کی اجازت کے بغیر کسی دیگر آرگنائزیشنز کی مالی مدد کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

2015 کے لئے پاکستان کی جمہوریت کے تناظر میں سول سوسائٹی کی کارکردگی کو جمہوری تجزیہ کے فریم ورک کے تمام پیمانوں میں سے سب سے زیادہ 51.4 فیصد سکور ملا۔ تاہم یہ 2014 کے ملنے والے سکور 56.7 فیصد سے 9.3 فیصد کم تھا۔

انسانی حقوق

ملک کی جمہوریت کی ترقی میں نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس (NCHR) جس کی ناگزیر قانون سازی 2012 میں منظور کی گئی، آخر کار قائم کر دیا گیا۔ جسٹس (ریٹائرڈ) نواز علی چوہان کا 20 مئی 2015 کو دیگر نوٹیفائی کردہ اراکین کے ساتھ بطور چیئرمین تقرر کر دیا گیا۔ تاہم، میڈیا رپورٹس کے مطابق، کمیشن کے لئے فنڈز کی کمی، آفس کے لئے جگہ اور سٹاف نہ ہونے کی وجہ سے اس کے موثر ہونے پر سمجھوتہ کر لیا گیا۔

پاکستان کی جمہوریت کے معیار کو متاثر کرنے والی منفی پیش ہائے رفت 2015

پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی

2015 میں، ملک کی سیاسی قیادت پارلیمانی کارروائی سے دور رہی، 2014 سے موازنہ کے طور پر جب اسلام آباد میں پارلیمنٹ میں PTI اور پاکستان عوامی تحریک (PAT) کی اجلاسوں میں آمد کی وجہ سے مرکز نگاہ تھی۔ یہ 2015 کی کارروائیوں میں وزیر اعظم کی کم شمولیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

موازنہ کے طور پر 2014 میں، پاکستان کے وزیر اعظم، جناب میاں محمد نواز شریف، ایم این اے، نے قومی اسمبلی کے اجلاسوں کے صرف 27 فیصد میں شرکت کی، اور 2015 کے اجلاسوں کے صرف 13 فیصد میں شرکت کی۔ وزیر اعظم کے پارلیمان سے تعمیری اور مخلص تعلق کو 2015 کے لئے 27 فیصد تک کم سکور ملا جو 2014 کے 33.9 فیصد سے مزید کم ہوا۔ موازنہ کے طور پر، وزیر اعظم کی قومی اسمبلی میں حاضری اور دلچسپی نے 2015 کی تائیدی درجہ بندی میں 39 فیصد سکور حاصل کیا۔ یہ درجہ بندی 2014 میں 42 فیصد رہی تھی۔ جناب محمد عمران خان، PTI کے چیئر مین نے 2015 میں دو بار قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی۔ پارلیمانی لیڈروں کے درمیان سب سے زیادہ حاضری، قائد حزب اختلاف، سید خورشید علی شاہ، ایم این اے کی رہی جنہوں نے 2015 کے دوران قومی اسمبلی کے اجلاسوں میں 86 فیصد شرکت کی۔

صوبائی اسمبلیوں کے معاملے میں، سب سے زیادہ حاضری وزیر اعلیٰ سندھ، سید قائم علی شاہ، ایم پی اے، کی رہی، جنہوں نے اجلاسوں میں 71 فیصد تک شرکت کی، اس کے بعد ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ، ایم پی اے، جنہوں نے 63 فیصد اجلاسوں میں شرکت کی۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ، جناب پرویز خٹک، ایم پی اے، نے صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ کے 34 فیصد اجلاسوں میں شرکت کی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب، جناب میاں محمد شہباز شریف نے 2015 میں صوبائی اسمبلی پنجاب کے 2 اجلاسوں میں شرکت کی۔

قومی اسمبلی میں اپنی طاقت کی بنیاد پر اور قومی معاملات پر کسی اتفاق رائے پر پہنچے بغیر اس عرصہ میں دیکھا گیا ہے کہ حکومت قومی اسمبلی میں اپنا قانون سازی کا ایجنڈا بلڈوز کر رہی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ جن میں 21 ویں آئینی ترمیم کی قومی اسمبلی میں بغیر کسی تفصیلی بحث کے منظوری، 5 مارچ 2015 کو سینیٹ کے انتخابات سے صرف پانچ گھنٹے پہلے صدر پاکستان کی جانب سے جاری کردہ آرڈیننس، 7 دسمبر 2015 کو قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے سے صرف 48 گھنٹے پہلے پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز کارپوریشن (منتقل کردہ) آرڈیننس کا نفاذ وغیرہ شامل ہیں۔

2015 میں متعدد آل پارٹیز کانفرنسوں کا رواج دیکھا گیا جس نے پارلیمنٹ کی طاقت کو نقصان پہنچایا۔ یکم جنوری 2015 سے 31 دسمبر 2015 تک، پاک چائنہ اقتصادی راہداری، نیشنل ایکشن پلان اور خیبر پختونخواہ کے مقامی حکومت کے انتخابات میں مبینہ دھاندلی سے متعلق 5 آل پارٹیز کانفرنسز اس وقت منعقد ہوئیں جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ نتیجہ کے طور پر، قومی اسمبلی کے بطور ادارہ، پر اعتماد عوامی رائے کے مطابق 2014 میں 60 فیصد سے کم ہو کر 2015 میں 49 فیصد ہو گیا۔ 2015 مایوس کن پیش رفت میں، یہ دیکھا گیا کہ تمام صوبائی اسمبلیوں کے بجٹ اجلاس زیادہ دیر تک جاری نہ رہے جو پوری دنیا میں ترقی یافتہ ملکوں کی جمہوریت میں رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، لوک سبھا میں بجٹ سیشن کم از کم 60 یوم تک جاری رہتا ہے۔

قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی

زیرِ بحث پیمانہ میں مجموعی طور پر 2014 میں 38.3 فیصد سے 2015 میں 34.9 فیصد تک کمی ہوئی۔ اس معاملے میں 2015 میں سب سے پریشان کن بات وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت سندھ اور خیبر پختونخواہ کی حکومت کے درمیان بڑھتا ہوا عدم تعاون ہے۔ اول الذکر کے معاملے میں، یہ کراچی آپریشن کے مختلف آپریشن کے طریقوں کے متعلق ہے جس میں پاکستان رینجرز (سندھ) کو پولیس کے خصوصی اختیارات دینا ہیں۔ موخرالذکر کے متعلق پاک چائنہ اقتصادی راہداری سے متعلق ہے جس میں حکومت خیبر پختونخواہ کو یہ ڈر ہے کہ اس معاملے میں اس کا جائز حق نہیں ملے گا۔

آئینی طور پر بحث کے بعد فیصلے کرنے کے لئے، وفاقی اور صوبائی کابینہ مقرر کردہ وقت میں باقاعدگی سے اجلاس منعقد کرنے میں ناکام ہوگئی۔ یہ ممکن ہے کہ اس وجہ سے ذیلی پیمانہ کے تحت مجموعی ذمہ داری کے لئے وفاقی کابینہ نے 2015 میں 29.2 فیصد تک کم سکور حاصل کیا۔ صوبائی کابینہ کی مجموعی ذمہ داری کے ذیلی پیمانہ نے 2015 کے لئے 39.1 تک سکور حاصل کیا۔

وفاقی کابینہ کے PML(N) کی جاری حکومت کے 30 مہینوں تک صرف 22 اجلاس منعقد ہوئے جس کا آخری اجلاس 22 اگست 2015 کو منعقد ہوا۔ یہ وفاقی حکومت کے قواعد کار کے قاعدہ 20 کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے جو بیان کرتی ہے کہ "عام معاملات پر بحث کے لئے کابینہ کا اجلاس عام طور پر ہفتہ میں کم از کم ایک دفعہ وزیر اعظم کے مقرر کردہ وقت کے مطابق منعقد ہوگا۔"

موجودہ حکومت دو سال چار مہینوں سے اقتدار میں ہے، اس کو اس وقت تک کم از کم 112 اجلاس منعقد کرنے چاہیے تھے نہ کہ 22 دفعہ (جو کل اجلاسوں کا صرف 20 فیصد ہے) اجلاس منعقد کرنے چاہیے تھے۔ اگرچہ وفاقی حکومت کے قواعد کار یہ بیان کرتے ہیں کہ کابینہ کا ہفتہ میں ایک اجلاس ضرور ہونا چاہیے، لیکن اجلاس بلانے کا اختیار صرف وزیر اعظم کے پاس ہے۔ چنانچہ، یہ بات قابل افسوس ہے کہ وفاقی کابینہ کا گزشتہ 6 ماہ سے کوئی اجلاس منعقد نہ ہوا ہے۔ اسی طرح، جون 2013 سے پی ایم ایل۔این کے اقتدار میں آنے کے بعد مشترکہ مفادات کونسل کا صرف دو دفعہ اجلاس منعقد ہوا، جبکہ آئین میں یہ مذکور ہے کہ "90 یوم میں اس کا اجلاس منعقد ہونا ضروری ہے۔"[8]

2015 کے دوران، یہ بھی سامنے آیا کہ اہم پالیسیز کی تشکیل سے متعلق ایڈہاک فورمز پر اہم فیصلے کیے گئے جیسا کہ آئینی حمایت یافتہ کابینہ کی بجائے صوبائی ایپکس کمیٹیز کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جدول 3 میں 2015 کے دوران صوبائی کابینہ کے اجلاسوں کی تعداد کا صوبائی ایپکس کمیٹیوں کے اجلاسوں کی تعداد سے موازنہ دیا گیا ہے:

جدول 3: صوبائی کابینہ اور صوبائی ایپکس کمیٹیوں کے اجلاسوں کا موازنہ

نمبر شمار	حکومت	ایپکس کمیٹی کے اجلاس (2015)	صوبائی کابینہ کے اجلاس (2015)
1	پنجاب	7	3
2	سندھ	11	6
3	بلوچستان	8	5
4	خیبر پختونخواہ	9	5

اسی طرح، نیشنل سیکیورٹی کمیٹی (NSC)، قومی سیکیورٹی پر اہم فیصلہ ساز ادارہ ہے، 2015 کے دوران سیکیورٹی کے سخت چیلنجز کے باوجود بھی 2015 کے دوران ایک دفعہ بھی اجلاس منعقد نہ ہوا۔ جمہوریت کے تناظر میں، NSC کی فیصلہ سازی کے اختیار اور سروسز چیفس کی مستقل رکنیت تشویش کا باعث ہے، جو ساتھ ہی ساتھ بین الاقوامی طور پر ایک غلطی ہے۔

یہ بات قابل دلچسپی ہے کہ وزیر اعظم اور COAS اب تک 78 دفعہ مل چکے ہیں، وفاقی وزیر دفاع ان اجلاسوں میں صرف 21 فیصد میں موجود تھے۔

عدلیہ کی کارکردگی اور انصاف تک رسائی

2015 کے آغاز پر ملک کی عدلیہ مبینہ طور پر دہشت گردی سے متعلق کیسز میں سست کارکردگی پر سخت سکروٹنی کی گئی۔ 16 دسمبر 2014 کے پشاور سانحہ کے بعد بحث کا دوبارہ آغاز ہوگیا جس کے نتیجہ میں 9 جنوری 2015 کو فوجی عدالتوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔

عدلیہ کی جانب سے دہشت گردی کے متعلقہ کیسز میں تنقید کو ممکنہ طور پر وزیر اعظم نے بہترین طریقے سے منظر کشی کی جب انہوں نے کہا کہ "عدلیہ کی آزادی بہت ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی کارکردگی بھی ضروری ہے۔ مختلف مقدمات کے التواء نے امن و امان کی صورت حال کو خراب کیا ہے۔" جسٹس جواد ایس خواجہ اور جسٹس آصف سعید کھوسہ نے، بہر حال، ظاہری جواب الجواب میں، غیر معیاری تفتیش اور کمزور استغاثہ کو عدالت میں مقدمات میں تاخیر اور التواء کی وجہ قرار دیا۔

متوازی انصاف کے نظام کے قیام کو سامنے رکھتے ہوئے، فوجی عدالتوں کے قیام نے نہ صرف پاکستان کے شہری عدالتی نظام بلکہ اس کی ابتدائی جمہوریت میں منفی پیش رفت کی نشاندہی کی۔ اکیسویں آئینی ترمیم دو سالوں کی سب سے بڑا منفی قدم ہے، حکومت کی جانب سے پاکستان کے عدالتی نظام میں اصلاحات لانے کے لئے اب تک کوئی بڑا اقدام نہ کیا گیا ہے۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ فوجی عدالتیں ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لئے عارضی طور پر رہیں گی اور ان کو لمبے عرصہ کے لئے برقرار نہ رکھا جائے گا۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مقدمات کا التواء پاکستان کی عدلیہ میں تشویش کا باعث ہے۔ ماسواء لاہور ہائی کورٹ، ہائی کورٹ آف بلوچستان اور وفاقی شریعت کورٹ 15-2014 میں ان مقدمات کے التواء میں تمام اعلیٰ عدلیہ کے شعبوں میں اضافہ ہوا ہے۔ ماتحت عدلیہ کے معاملے میں، پنجاب کے ماسواء، تمام صوبائی اضلاع کی عدلیہ میں، مقدمات کے التواء کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

ایگزیکٹو معاملات میں عدلیہ کے کردار کے بارے میں بحث 2015 میں بھی جاری رہی اور اس کے ساتھ ہر ریاستی ادارے کی آئینی کارکردگی کے بارے میں اہم سوالات اٹھائے۔ یہ بنیادی طور پر مبینہ متاثرہ پارٹیوں کو حکومت کی جانب سے اٹھائے گئے اقدامات پر حکم امتناع دیئے جانے سے متعلق ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سپریم کورٹ میں پاکستان سٹیل مل کی نجکاری کے خلاف پٹیشن داخل کی گئی، سپریم کورٹ نے اس کا فیصلہ سات سال بعد 2013 میں کیا۔ بہت سارے مبصرین کا خیال ہے کہ خاص طور پر جائیداد اور اراضی پر قبضہ جیسے مقدمات میں عدلیہ حکومتی ڈائریکٹوز کے خلاف زیادہ حکم امتناع جاری کرتی ہے جو سالوں تک جاری رہتے ہیں۔

یہ بھی مانا جاتا ہے کہ سہولت پہنچانے کی بجائے بار عدالت کی کارروائی کو جان بوجھ کر روکتی ہے جس کی وجہ سے مقدمات کے فیصلوں میں دیر ہوتی ہے۔اس مقصد کے لئے، بار اور بنچ کے درمیان تعاون پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ زیرِ غور مقدمات سے تیزی سے نمٹا جا سکے۔انتخابی عمل کے دوران انتخاب سے متعلقہ معاملات میں عدلیہ کی شمولیت پر بہت لوگوں بشمول چیف الیکشن کمشنر نے اعتراض کیا۔

سیکیورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کا جمہوری جائزہ

2015 کے لئے، سیکیورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کے جمہوری جائزہ کے پیمانہ کو پاکستان کے لئے مخصوص جمہوری جائزہ فریم ورک کے تمام پیمانوں میں سے سب سے کم 29.7 فیصد سکور ملا۔اس پیمانے کو گزشتہ تین سالوں کے دوران کمتر تصور کیا گیا جس کو 2014 میں 33.9 فیصد اور 2013 میں 31.3 فیصد سکور ملا۔

قانون کی حکمرانی سے متعلق، پاکستان کی بین الاقوامی طور پر خراب درجہ بندی جاری رہی۔قانون کی حکمرانی کے انڈکس 2015 کے مطابق، جیسے ورلڈ جسٹس پراجیکٹ نے شائع کیا، پاکستان نے قانون کی حکمرانی کے معاملے میں 102 میں سے 98 نمبر پر رہتے ہوئے بدترین درجہ بندی حاصل کی۔

پاکستان میں قانون کی حکمرانی سے متعلق تین کیسز /واقعات اجاگر کئے گئے۔ان میں درج ذیل شامل ہیں:

i۔ جنرل (ریٹائرڈ) پرویز مشرف کا بطور صدر پاکستان نومبر 2007 میں ایمرجنسی کے نفاذ پر غداری کا مقدمہ چلایا گیا جس میں جنرل (ریٹائرڈ) پرویز مشرف کی جانب سے عدالتی کارروائی کو کوئی اہمیت نہ دی گئی۔

ii۔ ایان علی پر منی لانڈرنگ کا چلایا جانے والا مقدمہ، ضمانت پر رہا کرنے سے پہلے ایان علی کے جوڈیشل ریمانڈ میں 16 دفعہ توسیع کی گئی۔علاوہ ازیں، معاملہ اس وقت مزید متنازعہ ہو گیا جب کسٹم کا اہلکار جو تفتیش کر رہا تھا، اسے 4 جون 2015 کو ہلاک کر دیا گیا۔[9]

iii۔ جب 18 مارچ کو پھانسی دیئے جانے سے کچھ گھنٹے قبل صولت مرزا کی "جرم کے اعتراف کی ویڈیو" خاص ایڈیٹنگ کے ساتھ اس کے ڈیتھ سیل سے منظر عام پر آئی۔

سول ملٹری تعلقات اور پاکستان میں جمہوریت کے معیار کے متعلق، 2015 کے زیادہ تر عرصہ کے لئے منتخب سول حکومت کی قیادت اور ملٹری کمان "متحد ہیں" کے تعلقات مضبوط ہو رہے ہیں۔یہ ظاہری طور سول ملٹری قیادت کے درمیان بڑھتے ہوئے تعلق کی وجہ سے جو اپیکس کمیٹی، نیشنل ایکشن پلان کے نفاذ، وغیرہ میں دیکھا گیا۔تاہم 10 نومبر 2015 کو آئی ایس پی آر کی جانب سے نیشنل ایکشن پلان کے نفاذ سے متعلق اور 11 نومبر 2015 کو حکومت کی جوابی پریس ریلیز جاری کی گئی جو ممکنہ طور پر 2015 کے اختتام تک سول ملٹری تعلقات کے درمیان تعلقات کی عکاسی کرتے ہیں۔

جہاں تک اس کو وسیع پیمانے میں دیکھنے کا تعلق ہے، زیرِ غور عرصہ میں فوجی قیادت میں دونوں سیکیورٹی پالیسی اور خارجہ پالیسی کی اہم سطحوں میں قابل بیان حد تک اضافہ دیکھا گیا ہے۔اس ایوریج کی وجہ سے سول اور ملٹری میں دوستانہ تعلقات کو فروغ ملا، کم از کم جہاں تک آپٹکس کا تعلق ہے۔

اس کے علاوہ، چیف آف آرمی سٹاف، جنرل راحیل شریف 2015 کے دوران بطور "بچانے والا" بن کے ابھرے، پاکستان کے مختلف حلقے، بشمول تاجران، مختلف مسلکوں پر اپیل کرتے ہوئے پائے گئے۔[16] تاہم یہ واضح نہیں ہے کہ یہ فوجی قیادت ہے جو سویلین معاملات میں دخل اندازی کرتی ہے

یا سول منتخب حکومت اپنے کام اور ذمہ داریاں خود اسے سونپ رہی ہے۔

اس پیمانہ سے متعلق دلچسپ تضاد درحقیقت حکومت کی سیکیورٹی سیکٹر کے جائزہ کو یقینی بنانے کے لئے کارکردگی کی تائیدی درجہ بندی ہے جو 2014 میں 45 فیصد سے بڑھ کر 2015 میں 51 فیصد ہوگئی ہے۔

میڈیا کی کارکردگی

2015 میں پاکستان کے میڈیا کو پشاور سانحہ کے بعد اور قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹی برائے انفارمیشن، براڈ کاسٹنگ اینڈ نیشنل ہیریٹیج کی جانب سے سکروٹنی کے عمل سے گزرنا پڑا جس نے میڈیا کے ضابطہ اخلاق کے لئے گائیڈ لائنز جاری کرتے ہوئے اس کو 'جنگی صورتحال' کی کوریج میں مزید ذمہ دار بنا دیا۔[11] یہ کمیٹی کی جانب سے تشکیل کردہ سپیشل رپورٹ کی صورت میں تھی، جو خود یہ دعویٰ کرتی تھی کہ سفارشات کو دو اجلاسوں میں حتمی شکل دی گئی اور یہ وفاقی وزیر اطلاعات و مواصلات، سینیٹر پرویز رشید کی غیر موجودگی میں کیا گیا۔[12]

پاکستان میں سوشل میڈیا لینڈ سکیپ کے لئے ایک اور باعث تشویش بات یہ تھی کہ قانون پری وینشن آف الیکٹرانک کرائمز، جو سائبر کرائمز سے موثر انداز سے بچنے کے لئے تیار کیا گیا تھا جس نے ملک کی نیشنل سیکیورٹی بہتر بنانے میں حصہ ڈالا اور IT، ای کامرس اور ای پے منٹس کے نظام میں سرمایہ کاری کے لئے محفوظ ماحول مہیا کیا۔[13] مسودہ قانون کی مختلف دفعات پر اعتراضات کا اظہار کیا گیا جس کا PTA (پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی) اور FIA (فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی) کی جانب سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ PTA کو ویب سائٹس کو ہٹانے اور بلاک کرنے کا اختیار دینا ایک جائز خدشہ تھا۔ قانون کی دفعہ 34 کے تحت، مثال کے طور پر، پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ قابل اعتراض مواد اور ویب سائٹس کو بلاک کر سکتی ہے، مبہم اور غیر واضح جو "قابل پابندی" ہوں۔

2015 میں میڈیا مینجمنٹ سکینڈل سے بھری پڑی ہے۔ بول نیٹ ورک، ایگزیکٹ سکینڈل، ایکسپریس میڈیا مبینہ طور پر اپنے چینلز کے لئے TV ریٹنگ بڑھانے کے لئے "بدعنوانی" میں شامل تھا۔ یہ ممکن ہے کہ اسی وجہ سے رائے عامہ کے سروے میں الیکٹرانک میڈیا کی شہرت 10 فیصد کم ہوئی ہے۔ مئی 2014 میں 64 فیصد سے کم ہو کر جون 2015 میں 54 فیصد ہوگئی۔ علاوہ ازیں، ذیلی پیمانہ جس کے تحت کسی ملک کی عوام میڈیا کوریج کو قومی امور پر قابل بھروسہ سمجھتی ہے جو 2014 میں 60.9 فیصد سے کم ہو کر 2015 میں 49.2 فیصد ہوگئی۔ مجموعی پیمانہ پر میڈیا کی کارکردگی کا سکور 2014 میں 53.1 فیصد سے کم ہو کر 2015 میں 50.4 فیصد رہ گیا۔

بدقسمتی سے، سپریم کورٹ کی جانب سے تقرر کردہ میڈیا کمیشن کی سفارشات پر حکومت کی جانب سے نفاذ کے معاملے میں یہاں صرف منفی پیش رفت بیان کی جاتی ہے۔ میڈیا کمیشن نے کل 35 سفارشات پیش کیں۔ 26 جولائی 2013 کو اپنے پہلے بیان میں، وزارت اطلاعات نے 35 سفارشات میں سے 30 کی توثیق کی۔ تاہم، وفاقی وزارت اطلاعات نے میڈیا کمیشن کی 7 سفارشات کو نافذ کرنے سے انکار کر دیا۔[15] ان میں PEMRA کی خود مختاری بڑھانا شامل ہے جو پارلیمنٹ کو جواب دہ ہوگی۔

انتخابی عمل اوراس کا انصرام

سال 2015، ایک ایسا سال ہے جس میں ECP اپنے ادارے میں بہت ساری موثر اور تنظیمی اصلاحات لے کر آئی تا کہ وہ نہ صرف اپنی کوتاہیوں کو کم کر سکے بلکہ عوامی رائے اور عوامی اعتماد بھی قائم کر سکے۔ جبکہ 2013 کے عام انتخابات میں اٹھائے جانے والے سوالات کے حل کے لئے چند انتظامی اقدامات رپورٹ کرتا ہے۔ انکوائری کمیشن نے رپورٹ کی کہ کوئی بھی سنگین اندرونی جواب دہی اور سخت اصلاحات نہ کی گئی ہیں۔ الیکشن ٹریبونلز کا NA-122، NA-125 اور NA-154 پر فیصلے نے یہ ظاہر کیا کہ ECP کا سب سے اہم مسئلہ اس کی آئینی اور قانونی اختیارات کو موثر طریقے نافذ کرنے اور اپنی آئینی اتھارٹی منوانے میں نااہلی کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اسی وجہ سے اس کے ذیلی پیمانہ کے تحت ECP اپنی رٹ کو موثر، پرزور طریقے سے لاگو کرنے میں کتنا مضبوط ہے، پرسکور 2014 کے 51.7 فیصد سے کم ہو کر 2015 میں 46 فیصد رہ گیا۔

ایک اور منفی پیش رفت جس نے الیکشن کمیشن آف پاکستان کی کارکردگی کو متاثر کیا وہ یہ کہ اس کے فیصلوں کو چیلنج کیا جاتا رہا اور ملک کی عدلیہ کی جانب سے ناجائز قرار دیا جاتا رہا۔[16] اس مسئلہ کو اس وقت اور تقویت ملی جب قابل احترام چیف الیکشن کمشنر نے کہا کہ "ہائی کورٹس کو الیکشن کمیشن آف پاکستان میں مداخلت کرنے سے باز رہنا چاہیے اور وکلاء کو ECP کے پاس آنا چاہیے تا کہ وہ ہائی کورٹس کے فیصلوں پر بھروسہ کریں۔"

زیرِ غور عرصہ میں، ECP نے ضمنی انتخابات میں اپنے ضابطہ اخلاق میں تبدیلی کرتے ہوئے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے تین حلقوں میں اپنے پہلے والے نوٹیفکیشن میں ترمیم کرتے ہوئے MNAs اور MPAs کو الیکشن مہم میں حصہ لینے سے روک دیا۔[17] اگرچہ لاہور ہائی کورٹ نے ضابطہ اخلاق کو معطل کردیا، یہ ECP کی انتخابات کے متعلق قواعد کو وسیع پیمانے پر مشاورت کرنے اور مختلف سٹیک ہولڈرز کی ملکیت نہ ہونے پر اس کی نااہلیت کو ظاہر کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یہ حیران کن نہ ہے کہ ECP پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے میں تائیدی درجہ بندی میں اہم تبدیلی آئی جو موجودہ حکومت کے پہلے سال کے آخر تک 43 فیصد سے کم ہو کر دوسرے سال میں 37 فیصد تک ہوگئی۔

علاوہ ازیں، 70 فیصد پرجوش رائے دہندگان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ECP میں اصلاحات کیے جانے کی فوری ضرورت ہے۔

25 جولائی 2015 کو 33 اراکین پر مشتمل انتخابی اصلاحات کی پارلیمانی کمیٹی تشکیل دی گئی، جس نے حقیقی طور پر اپنا کام 4 ماہ میں مکمل کرنا تھا لیکن یہ بھی مایوس کن رہا ہے کہ اپنی تشکیل کے ڈیڑھ سال گزرنے کے باوجود بھی وہ اپنا کام مکمل نہ کرسکی۔[18]

سیاسی جماعتوں کی کارکردگی

2015 کے لئے، سیاسی جماعتوں کی کارکردگی کے لئے پیمانہ کو جائزہ گروپ کی جانب سے 44.3 فیصد سکور دیا گیا جو 2014 میں 45.7 اور 2013 میں 45.4 فیصد تھا۔ سب سے کم سکور والا ذیلی پیمانہ کہ سیاسی جماعتیں کتنی جمہوری ہیں نے 2015 میں 28.3 فیصد سکور حاصل کیا۔ 2014 میں موازنہ کے طور پر 28.4 فیصد اور 2013 میں 35 فیصد تھا۔ پلڈاٹ کے سیاسی جماعتوں میں داخلی جمہوریت پر علیحدہ تجزیہ میں سیاسی پارٹیوں میں داخلی جمہوریت مجموعی طور پر 2014 میں 43 فیصد سے کم ہو کر 2015 میں 40 فیصد رہ گئی۔

جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے کہ، ملک کی سب سے پختہ سیاسی جماعتیں، الیکٹورل پراسپیکٹ کے ساتھ (جیسا کہ پی ایم ایل۔ ان، پی پی پی اور پی ٹی آئی) اپنے قائدین کا پرتو ہیں۔ علاوہ ازیں، سیاسی جماعتوں کی فنڈنگ ابہام میں ہے کیونکہ ECP کا اس قانون کی حد میں ہونے کو چیک کرنا لایعنی ہے۔

زیرِ غور عرصہ کے لئے، صرف سیاسی جماعتوں کی داخلی جمہوریت کے بارے میں صرف منفی پیش رفت ریکارڈ کی جاتی ہیں۔ ان میں شامل ہیں:

i۔ PTI کے منتخب عہدیداران کو نامزد کردہ عہدیداران سے تبدیل کر دیا جاتا ہے جو چیئرمین کی خوشنودی حاصل رہنے تک خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ پارٹی کے 2016 کے دوران انٹرا پارٹی انتخابات پاکستان کی سیاسی جماعتوں کی اندرونی جمہوریت میں ایک اہم واقعہ ہے۔

ii۔ آٹھ ماہ کے لئے، جناب آصف علی زرداری، سابقہ صدر پاکستان اور کو۔ چیئرمین PPP، ملک سے غیر حاضر رہے اور اپنی پارٹی کی قیادت کو وقتاً فوقتاً پارٹی کے معاملات سے متعلق دبئی میں میٹنگز کا انعقاد کرتے رہے۔

iii۔ جولائی 2011 سے PML(N) کے انٹرا پارٹی انتخابات منعقد نہ ہوئے ہیں۔ پارٹی کے دستور کے مطابق، انتخابات کا انعقاد ہر 4 سال بعد ہو گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ PML(N) کے انٹرا پارٹی انتخابات کو جولائی 2015 میں ہونا چاہیے تھا۔

iv۔ MQM کی رابطہ کمیٹی کی معطلی 2015 میں کم از کم دو دفعہ ہوئی۔

یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ پاکستان کی سیاسی جماعتیں جن کو جمہوریت کا اہم بلڈنگ بلاک شمار کیا جاتا ہے ابھی تک جماعتوں کے اندر جمہوری کلچر کو فروغ دینے میں کامیاب نہ ہوئی ہیں، قیادت صرف چند ہاتھوں تک محدود ہے۔

سول سوسائٹی

وفاقی حکومت NGOs اور INGOs کے لئے 65 فیصد بیرونی امداد کا خیال نہیں رکھ رہی یہ قانون فارن ایڈ کنٹری بیوشنز 2015 کی تشکیل سے اپنی قانونی پوزیشن خراب کر رہی ہے۔ نئی مجوزہ قانون سازی، NGOs اور INGOs کی فنڈنگ کو ریگولیٹ اور مانیٹر کرنے کے لئے متعارف کروائی جا رہی ہے جو مدرسوں کی بیرونی فنڈنگ کو بھی منضبط کرے گی، مجوزہ قانون وفاقی حکومت کو ان تینوں معاملات کو اکاؤنٹس، آپریشنز اور ویزا سے متعلقہ معاملات کو مانیٹر کرنے کا اہل بنائے گا۔ تاہم، قانون کو ابھی تک قومی اسمبلی یا سینیٹ کی متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کے سامنے لایا جانا ہے۔

اگست 2015 میں محترمہ سبین محمود کے قتل کے ساتھ، یہ واضح ہو گیا کہ سول سوسائٹی کے ایکٹوسٹ انتہا پسند تنظیموں کا ہدف بن چکے ہیں۔

آئینی فریم ورک

2015 کے دوران صرف ایک آئینی ترمیم کی گئی جو اکیسویں آئینی ترمیم تھی، جس نے فوجی عدالتوں کے قیام کا راستہ ہموار کیا جیسا کہ پہلے بھی آ چکا ہے کہ جو نہ صرف پاکستان کے عدالتی نظام بلکہ پروان چڑھتی ہوئی جمہوریت کے معاملے میں منفی پیش رفت ہے۔

آئینی فریم ورک کے پیمانے نے 2015 میں 50.7 فیصد سکور حاصل کیا جو 2014 کے 57.2 فیصد سکور سے موازنہ کے طور پر 11.4 فیصد کم ہے۔ سب سے کم سکور حاصل کرنے والا ذیلی پیمانہ کہ کہاں تک آئین کی دفعات کی اصل روح کے مطابق پیروی کی گئی ہے، نے 2015 میں 35.4 فیصد سکور حاصل کیا جو 2014 میں 43.2 فیصد تھا۔

خلاصہ

یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ پاکستان کے آئینی فریم ورک سے متعلق جو سب سے زیادہ تشویش کی بات ہے کہ 2015 میں آزاد جموں کشمیر، گلگت بلتستان اور فاٹا کو صوبہ کا درجہ دینے کا مسئلہ جاری ہے۔ علاوہ ازیں، گلگت بلتستان اور آزاد جموں وکشمیر کے لوگ قومی اسمبلی اور سینیٹ میں نمائندگی سے محروم ہیں۔ بہت سے ماہر قانون کا یہ خیال ہے کہ ان علاقوں کو قانونی سٹینڈ پر سمجھوتہ کیے بغیر عارضی نمائندگی اور صوبائی درجہ مہیا کیا جا سکتا ہے۔

زیر غور عرصہ میں مسئلہ بہت زیادہ پیچیدہ ہو چکا ہے، FATA کے معاملے میں، دو تجاویز ممکنہ طور پر زیر غور ہیں۔ ان میں FATA کو الگ صوبہ بنا دینا چاہیے، یا اس کو خیبر پختونخواہ سے جوڑ دیا چاہیے۔ اگرچہ، کے پی کی سیاسی قیادت نے بعد والی آپشن پر سخت ردعمل کا اظہار کیا ہے، یہ بات غور طلب ہے کہ وزیراعظم پاکستان نے 23 نومبر 2015 کو مشیر وزیراعظم برائے خارجہ امور، جناب سرتاج عزیز کی زیر قیادت FATA سے متعلقہ اصلاحات کے لئے کمیٹی قائم کی۔ رپورٹ کے مطابق، کمیٹی کا اب تک صرف ایک اجلاس منعقد ہوا۔ کمیٹی کے اہم رکن یعنی گورنر خیبر پختونخواہ نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور کمیٹی کا آئندہ کا لائحہ عمل واضح نہ ہے۔

گلگت بلتستان، آزاد جموں وکشمیر کو صوبائی درجہ دینے سے متعلق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ AJK کی سیاسی قیادت وفاقی حکومت کو قائل کرنے کی کوشش میں ہے کہ دونوں علاقوں پر الگ الگ غور نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ AJK اسمبلی نے قرارداد منظور کی ہے جس میں وفاقی حکومت کو گلگت بلتستان کو الگ صوبہ بنانے سے باز رہنے کو کہا گیا ہے۔ AJK کی قانون ساز اسمبلی کی جانب سے اس بارے میں اصلاحات کی تجویز پیش کی گئی ہے جس میں آئینی پیکج میں مقامی طور پر منتخب نمائندگان کو بہت زیادہ اختیارات اور ان کی اسمبلی میں موجودگی کو یقینی بنانا جیسی دفعات شامل ہیں۔

طریق کار

طریق کار

پلڈاٹ ایک غیر جانبدار پاکستانی تھنک ٹینک ہے جو 2002 سے پاکستان میں باقاعدگی سے جمہوریت کے معیار کا جائزہ لے رہا ہے۔ پلڈاٹ پہلے سویڈن بیسڈ بین الاقوامی ادارہ برائے جمہوریت اور انتخابی تعاون (IIDEA) کی جانب سے ڈویلپ شدہ ڈیموکریسی اسسمنٹ فریم ورک کا استعمال کررہا ہے۔

2012 میں، پلڈاٹ نے پاکستان کے لئے مخصوص فریم ورک کا استعمال کیا جس سے پاکستان کی اندرونی حالت اور بیرونی سٹیک ہولڈرز کی جانب سے فیڈ بیک کو بہتر طریقے سے بیان کیا گیا۔

IIDEA فریم ورک اب دیگر ملکوں سے بین الاقوامی موازنہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور دوسرے ممالک بھی یہی فریم ورک استعمال کررہے ہیں جبکہ پاکستان کے لئے مخصوص فریم ورک صرف مقامی پیمانوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

2012 کے فریم ورک نے دو اہم حدوں پر زور دیا ہے: ملٹی پل ذیلی حدیں جن میں دونوں حدیں شامل ہیں، عمل اور کارکردگی (جمہوریت)۔ 2013-14 کے دوران، پلڈاٹ نے الگ گورننس کے تجزیہ کو متعارف کروایا جو سابقہ مضبوط جمہوریت کے فریم ورک کی حد کی کارکردگی کا جائزہ لیتی ہے۔ گورننس کی مشق ریاستی اداروں کی جانب سے مہیا کی جانے والی سروسز کے معیار پر زور دیتی ہے جبکہ جمہوریت کی مشق میں دیکھا جاتا ہے کہ ریاست اور دیگر جمہوری ادارے کتنے آزاد، شرکت کرنے والے اور جواب دہ ہیں۔ پس نظرِ ثانی شدہ پاکستان کے لئے مخصوص فریم ورک اب صرف "پراسسز" پر زور دیتا ہے۔

یہ رپورٹ یکم جنوری 2015 تا 31 دسمبر 2015 تک کئے جانے والے تجزیہ کے نتائج مہیا کرتی ہے۔ پلڈاٹ نے درج ذیل تین طریق ہائے کار کے ساتھ جمہوریت کے معیار کا تجزیہ کیا:

i۔ پلڈاٹ کی جانب سے 2015 کے دوران جمہوریت میں رونما ہونے والے مثبت اور منفی رجحانات اور واقعات کی مختلف حدوں کا جائزہ۔

ii۔ 2015 کے لئے دی جانے والی درجہ بندی (100 میں سے)۔
جمہوری جائزہ گروپ جو زندگی کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے 18 ممتاز پاکستانیوں پر مشتمل ہے جو 2015 کے لئے درجہ بندی (100 میں سے) مہیا کرتا ہے۔

iii۔ جون 2014 اور جون 2015 میں 3065 افراد سے رائے عامہ کے کئے جانے والے دو سروے بہت زیادہ تسلی بخش سے بہت زیادہ غیر تسلی بخش پر مبنی جمہوریت کی سطحوں کے بارے میں 17 مختلف سوالات کا شامل ہونا۔

ٹائم لائن

ٹائم لائن: 2015 کے دوران پاکستان میں معیارِ جمہوریت پر اثر انداز ہونے والے اہم واقعات

نمبر شمار	تاریخ	واقعہ
1	2 جنوری 2015	نیشنل ایکشن پلان اور فوجی عدالتوں کے قیام کی منظوری کے لئے حکومت نے کل جماعتی کانفرنس طلب کی جس کی صدارت، وزیر اعظم پاکستان جناب محمد نواز شریف، ایم این اے نے کی۔
2	3 جنوری 2015	آئی ایس پی آر نے چار اپیکس کمیٹیوں، ہر صوبے کے لئے ایک، کی تشکیل کے بارے میں پریس ریلیز جاری کیا؛ صوبائی حکومتوں یا وفاقی حکومت نے کوئی سرکلر یا نوٹیفکیشن جاری نہیں کیا۔
3	6 جنوری 2015	پارلیمان نے 21 ویں آئینی ترمیم 2015 اور پاکستان آرمی ایکٹ میں ترمیمی قانون 2015 کی منظوری دی جس سے 16 دسمبر 2014 کے سانحہ پشاور کے بعد فوجی عدالتوں کے قیام کی راہ ہموار ہوگئی۔
4	28 جنوری 2015	بلوچستان میں مقامی حکومتوں کے انتخابات کا آخری مرحلہ۔ صوبے کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس نے سب سے پہلے مقامی حکومتوں کے انتخابات کرائے۔
5	05 مارچ 2015	پاکستان کی سینیٹ کی 54 سیٹوں پر انتخابات کا انعقاد۔ سینیٹر رضا ربانی کے بطور چیئرمین منتخب ہونے کے بعد 2015 کے دوران ایوان نے اپنی نگرانی اور نمائندگی کی صلاحیت میں اضافے کے لئے باقاعدگی سے اصلاحات کیں۔
6	11 مارچ 2015	رینجرز کے ایک بھاری دستے نے عزیز آباد میں واقع ایم کیو ایم کے ہیڈ کوارٹر نائن زیرو پر چھاپ مارا، موقع سے بھاری مقدار میں اسلحہ بارود قبضے میں لینے کے علاوہ درجنوں کارکنوں کو تحویل میں لیا گیا۔ اس واقعے نے اکتوبر 2013 میں پاکستان مسلم لیگ۔نواز کی وفاقی حکومت کی جانب سے شروع کئے جانے والے کراچی آپریشن کی ایک نئی راہ متعین کی۔
7	02 اپریل 2015	2013 کے عام انتخابات کے انکوائری کمیشن 2015 کے قیام کے لئے پاکستان مسلم لیگ۔نواز حکومت اور پاکستان تحریک انصاف، پیپلز پارٹی اور نیشنل پارٹی کے درمیان مفاہمتی یادداشت پر دستخط۔ بعد ازاں، پاکستان تحریک انصاف کے ارکان پارلیمان بشمول چیئرمین جناب عمران خان 9 ماہ کے بعد 6 اپریل 2015 کو پارلیمان میں لوٹ آئے۔
8	24 اپریل 2015	معروف سول سوسائٹی کارکن اور ڈائریکٹر T2F محترمہ سبین محمود کو کراچی میں قتل کر دیا گیا۔
9	18 مئی 2015	نیویارک ٹائمز کے صحافی Declan Walsh کی شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے بعد ایگزیکٹ۔بول سکینڈل منظر عام پر آیا۔ اس سکینڈل کو اس وقت شہرت ملی جب پتہ چلا کہ بول نیٹ ورک کی ایک ساتھی کمپنی ایگزیکٹ، بڑے جعلی ڈگری سکینڈل میں ملوث تھی جس سے پاکستانی میڈیا کی عالمی سطح پر جگ ہنسائی ہوئی۔ اس سکینڈل کے بعد میڈیا سے تعلق رکھنے والی بہت سی نامور شخصیات نے بول نیٹ ورک کو خیر باد کہہ دیا۔

ٹائم لائن

10	24 مئی 2015	جسٹس (ریٹائرڈ) وجیہہ الدین کی سربراہی میں قائم الیکشن ٹریبونل نے جب یہ رپورٹ دی کہ پارٹی کے گزشتہ انتخابات میں بے ضابطگیاں ہوئی ہیں تو چیئرمین پاکستان تحریک انصاف جناب عمران خان نے پاکستان تحریک انصاف کے منتخب عہدیداران کو برطرف کردیا اور نئے پارٹی انتخابات کا حکم دے دیا۔
11	16 جون 2015	شریک چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی، جناب آصف علی زرداری نے ایک سخت تقریر میں اختیارات سے تجاوز کرنے کا الزام لگاتے ہوئے بالواسطہ طور پر فوجی قیادت کو ہدف تنقید بنایا۔ اس کے بعد سے وہ ’طبی وجوہات‘ کی بنا پر مسلسل ملک سے باہر ہیں اور پارٹی امور کے بارے میں اجلاس منعقد کرنے کے لئے پارٹی قائدین کو وقتاً فوقتاً دبئی طلب کرتے رہتے ہیں۔
12	11 جون 2015	وفاقی دارالحکومت میں حکام نے بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیم ’’سیو دی چلڈرن‘‘ کے دفاتر بند کردیئے۔ اس تنظیم پر الزام تھا کہ وہ ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن کی تلاش میں سی آئی اے اور ڈاکٹر شکیل آفریدی کے معاملے میں ملوث تھی۔
13	17 جون 2015	سندھ کے وزیر اعلیٰ سید قائم علی شاہ، ایم پی اے نے ڈائریکٹر جنرل آف پاکستان رینجرز (سندھ) میجر جنرل بلال اکبر کو مراسلہ تحریر کیا کہ ’’بتایا گیا ہے کہ 15 جون کو SBCA اور LARP کے دفاتر پر چھاپہ مارا گیا اور افسران کو ہراساں کیا گیا اور ان کے ساتھ بدسلوکی کی گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رینجرز اپنے اختیارات سے تجاوز کر رہی ہے۔ لہذا مشورہ دیا جاتا ہے کہ اپنی سرگرمیوں کو اپنے اختیارات تک محدود رکھا جائے‘‘۔
14	23 جولائی 2015	چیف جسٹس آف پاکستان کی سربراہی میں تین رکنی عدالتی کمیشن نے 2013 کے عام انتخابات کے حوالے سے پاکستان تحریک انصاف کے تینوں الزامات کو مسترد کردیا۔
15	5 اگست 2015	ایک تاریخ ساز فیصلے میں سپریم کورٹ نے کثرت رائے سے 18 ویں اور 21 ویں آئینی ترامیم کے خلاف تمام درخواستوں کو مسترد کردیا۔
16	16 اگست 2015	پنجاب کے وزیر داخلہ کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ اٹک میں اپنے سیاسی دفتر پر ہونے والے خودکش حملے میں جاں بحق ہوگئے۔ موقع پر موجود 19 دیگر افراد بھی ہلاک ہوئے اور 20 افراد زخمی ہوئے۔
17	22 اگست 2015	الیکشن ٹریبونل نے قومی اسمبلی کے حلقہ این اے 122 اور صوبائی اسمبلی کے حلقہ پی پی 147 کے انتخابات کو کالعدم قرار دیتے ہوئے الیکشن کمیشن کو دوبارہ انتخابات کرانے کا حکم دیا۔
18	7 ستمبر 2015	لاہور ہائی کورٹ نے پیمرا کو حکم دیا کہ وہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کی تصاویر اور تقاریر پر لگے احکامات تک پابندی پر عملدرآمد کروائے۔
19	11 اکتوبر 2015	این اے 122 اور پی پی 147 پر ضمنی انتخابات ہوئے۔ مایوس کن امر یہ ہے کہ پاکستان مسلم لیگ۔ نواز اور پاکستان تحریک انصاف کی جانب سے بھاری اخراجات کے باوجود، الیکشن کمیشن نے کوئی کارروائی نہ کی جبکہ ضابطہ اخلاق میں درج ہے کہ ’’قومی اسمبلی کا کوئی بھی امیدوار 15,00,000 روپے سے زائد اخراجات نہیں کرسکتا‘‘۔

20	10 نومبر 2015	آئی ایس پی آر کی جانب سے جاری ایک پریس ریلیز میں قومی ایکشن پلان پر سست عملدرآمد کرنے پر منتخب حکومت کو بالواسطہ طور پر ہدف تنقید بنایا گیا۔ جس کے جواب میں وفاقی حکومت نے 11 نومبر 2015 کو بیان جاری کیا کہ نیشنل ایکشن پلان پر عملدرآمد تمام اداروں کی 'مشترکہ ذمہ داری' ہے۔
21	5 دسمبر 2015	پنجاب اور سندھ میں مقامی حکومتوں کے انتخابات کا آخری مرحلہ منعقد ہوا۔ اب تک مقامی حکومت کے انتخابات بلوچستان، سندھ، خیبر پختونخواہ، پنجاب، وفاقی دارالحکومت اور کنٹونمنٹ بورڈ میں ہو چکے تھے۔
22	24 دسمبر 2015	16 دسمبر 2015 کو ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ کے استعفا کے بعد سردار ثنااللہ زہری نے بطور وزیر اعلیٰ بلوچستان اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

پاکستان میں معیارِ جمہوریت کا جائزہ 2015

پاکستان میں معیار جمہوریت کا جائزہ

جمہوری جائزہ گروپ کی جانب سے پاکستان کے لئے مخصوص فریم ورک کے اہم پیمانوں کے تفویض کردہ سکور کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ حصہ 2015 کے دوران پاکستان میں جمہوریت کے معیار کے بارے میں تفصیلی جائزہ مہیا کرتا ہے۔

پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی

پاکستان کی پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں جو ملک میں جمہوری اقدار کی ترقی کے لئے وجود میں آئیں، وہ اپنی نمائندگی، نگرانی اور قانون سازی میں مسائل کا شکار رہیں۔ یہ حصہ پاکستان کی اسمبلیوں کی مختلف شعبہ جات کے ساتھ ساتھ جمہوریت کے مجموعی معیار کا جائزہ لیتا ہے۔

جدول 4: پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی: تقابلی سکور 2013-2015

	2013	2014	2015
پارلیمان اور صوبائی اسمبلیاں کی کارکردگی	**44.9%**	**44.8%**	**45.1%**
آپ کی رائے میں عوام کی نمائندگی کے اپنے فرض کی ادائیگی کے حوالے سے قومی اور صوبائی اسمبلیاں کس قدر موثر ہیں؟	-	45.2%	48.4%
قومی اور صوبائی اسمبلیاں' ملکی عوام کے مختلف شعبہ ہائے زندگی (مذاہب' صوبوں' لسانیت' معاشی گروپوں وغیرہ) کی کس حدتک نمائندگی کرتی ہیں؟	58.1%	45.7%	48%
قومی اور صوبائی مسائل کو حل کرنے کے لئے قانون سازی کرنے میں قومی اور صوبائی اسمبلیاں کس حدتک موثر ہیں؟	43.1%	45.8%	48.4%
انتظامیہ کی نگرانی کے حوالے سے قومی اور صوبائی اسمبلیاں کس حدتک موثر ہیں؟	36.9%	37.3%	43.3%
ملک/صوبے میں پائے جانے والے مختلف نکتہ ہائے نظر میں اتفاق رائے پیدا کرنے کا فورم فراہم کرنے میں قومی اور صوبائی اسمبلیاں کس قدر موثر ہیں؟	45.6%	46.1%	42.2%
قومی اور صوبائی اسمبلیاں شہریوں کے لئے کس حدتک شفاف اور قابل رسائی ہیں؟	40.6%	42.3%	46.5%
قومی اور صوبائی اسمبلیوں نے کس حدتک انتظامیہ کے اثر سے مبرا کام کیا اور مشترکہ ایجنڈے میں اپنا کردار ادا کیا؟	-	38.8%	39.2%
آپ کی رائے میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں حکومت اور حزب اختلاف نے کس حدتک تعمیری تعلق کار برقرار رکھا؟	-	40.0%	44.5%

پاکستان میں معیارِ جمہوریت کا جائزہ 2015

2015 کے دوران پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے تمام پیمانوں کے استعمال نے 50 فیصد تک کم سکور حاصل کیا۔ جن پیمانوں نے زیادہ سکور حاصل کیا ان میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی نمائندگی (48.4 فیصد) اور قومی اور صوبائی معاملات کی تشکیل کے لئے پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کا موثر ہونا تھا۔ سب سے کم سکور حاصل کرنے والا پیمانہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کا ایگزیکٹو اختیارات پر آزادانہ طور پر کام کرنا ہے (39.2 فیصد)۔

جمہوری جائزہ گروپ کی جانب سے دیئے جانے والے سکور اور پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے کے مطابق متعلقہ عوامی تائیدی درجہ بندی کا موازنہ درج ذیل جدول میں دیا جا رہا ہے:

جدول 5: جائزہ گروپ کے سکور اور عوامی تائیدی درجہ بندی کا موازنہ: پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی

اسمبلی/پیمانہ	قومی اسمبلی		پنجاب اسمبلی		خیبر پختونخواہ اسمبلی		بلوچستان اسمبلی		سندھ اسمبلی	
	جائزہ گروپ سکور	عوامی تائیدی درجہ بندی	جائزہ گروپ سکور	عوامی تائیدی درجہ بندی	جائزہ گروپ سکور	عوامی تائیدی درجہ بندی	جائزہ گروپ سکور	عوامی تائیدی درجہ بندی	جائزہ گروپ سکور	عوامی تائیدی درجہ بندی
نمائندگی کا فرض	46.8%	-	49%	-	58%	-	49%	-	45%	-
قانون سازی کا فریضہ	48%	55%	48%	51%	57%	65%	47%	56%	44%	47%
نگرانی کا فریضہ	42%	41%	45%	41%	50%	58%	41%	37%	42%	34%
ملک/صوبے میں مختلف اظہار رائے اور اتفاق رائے کا فورم	42%	-	41%	-	45%	-	40%	-	43%	-
شفافیت اور شہری رسائی	49%	-	48%	-	48%	-	38%	-	40%	-
انتظامیہ سے آزادانہ کام کی اہلیت	40%	-	39%	-	42%	-	36%	-	36%	-
حزب اقتدار اور حزب اختلاف میں تعلقات	48%	42%	38%	39%	45%	50%	45%	41%	37%	32%
وزیر اعظم/وزیر اعلیٰ کے قومی/صوبائی اسمبلی سے تعلقات	27%	39%	28%	41%	43%	60%	51%	56%	56%	33%

جدول 6: سب سے زیادہ اہم مسئلہ

نمبر شمار	پاکستان میں	پنجاب میں	سندھ میں	بلوچستان میں	خیبر پختونخواہ میں
1	توانائی کا بحران (25%)	سیکورٹی مسائل (24%)	سیکورٹی مسائل (26%)	توانائی کا بحران (22%)	توانائی کا بحران (30%)
2	بے روزگاری (19%)	بے روزگاری (20%)	توانائی کا بحران (21%)	افراط زر (21%)	بے روزگاری (18%)
3	سیکورٹی مسائل (15%)	غربت (19%)	بے روزگاری (18%)	پینے کا صاف پانی (12%)	سیکورٹی مسائل (13%)
4	غربت (12%)	پینے کا صاف پانی (11%)	غربت (9%)	افراط زر (10%)	غربت (13%)
5	افراط زر (10%)	تعلیم کا بحران (8%)	افراط زر (6%)	غربت (6%)	افراط زر (11%)

پاکستانی اسمبلیوں میں نمائندگی کا عنصر

پلڈاٹ کی جانب سے جمہوریت کے معیار پر پورے ملک میں کیے جانے والے رائے عامہ کے سروے کے مطابق، جون 2014 اور مئی 2015 میں، رائے کنندگان نے یہ جانا کہ ملک قومی اور صوبائی سطح پر بہت زیادہ بحران کا شکار ہے۔ پاکستان میں معیارِ جمہوریت پر جون 2014۔مئی 2015 کے لئے پلڈاٹ کے قومی سطح پر کرائے گئے رائے عامہ کے سروے کے مطابق' رائے دہندگان نے ملک کو قومی اور صوبائی سطح پر درپیش درج ذیل اہم ترین مسائل کی نشاندہی کی:

قومی اسمبلی پاکستان میں عوامی نمائندگی

2015 کے سکور کے مطابق، قومی اسمبلی نے عوامی نمائندگی سے متعلق 46.8 فیصد سکور حاصل کیا۔ موازنہ کے طور پر، پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے میں، 2015 میں قومی اسمبلی پر کیے جانے والے بھروسے کی تائیدی درجہ بندی 49 فیصد رہی جو 2014 میں 60 فیصد تھی۔

توانائی کا بحران، بے روزگاری، سیکیورٹی کے مسائل، غربت اور مہنگائی جیسے مسائل ملک کی ترقی میں اہم رکاوٹ رہے، قومی اسمبلی کا ان مسائل کو اجاگر کرنے میں کردار اچھا نہ رہا۔ یہ دیکھا گیا کہ ملک کی سیکیورٹی کے معاملات پر بحث کرنے کے علاوہ، ارکان قومی اسمبلی دیگر مسائل پر بحث کرنے میں ناکام رہے۔

قومی اسمبلی میں تقویمی سال 2015 میں قواعد انضباط کار کے قاعدہ 259 کے تحت سیکیورٹی کے مسئلے پر کل 5 دفعہ بحث ہوئی۔ قومی اسمبلی 3 جنوری 2015 اور 16 دسمبر 2014 میں ہونے والے سانحہ پشاور جیسے واقعہ پر غوروفکر بھی شامل ہے۔ قومی اسمبلی نے 25 مارچ 2015 کو 2 گھنٹے اور 32 منٹ

تک شمالی وزیرستان میں سیکیورٹی کی خراب صورت حال پر بھی بحث کی۔ جس کے ساتھ ساتھ وفاقی وزیر برائے سٹیٹس اینڈ فرنٹیئر ریجنز، لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) عبدالقادر بلوچ نے IDPs اور متعلقہ علاقوں کی تعمیر نو پر پالیسی بیان جاری کیا۔ 10 دسمبر 2015 کو، قومی اسمبلی کے ستائیسویں اجلاس میں، وفاقی وزیر داخلہ، چودھری نثار علی خان، ایم این اے، نے نہ صرف وفاقی وزارت داخلہ برائے نارکوٹکس کنٹرول کی کارکردگی بارے رپورٹ پیش کی بلکہ پاکستان رینجرز (سندھ) پر وفاقی حکومت اور سندھ حکومت کے درمیان ان کو خصوصی پولیس کے اختیارات دینے پر ہونے والی مزاحمت کے بارے میں رپورٹ بھی قومی اسمبلی میں پیش کی۔

ان کے علاوہ، قومی اسمبلی نے سیکیورٹی کی صورتحال سے متعلقہ معاملات پر درج ذیل قراردادیں منظور کیں:

i۔ 17 فروری 2015 کو کراچی میں اسماعیلی کمیونٹی پر ہونے والے حملوں کی مذمت کی۔

ii۔ 30 جنوری 2015 کو شیخوپورہ میں دہشت گردی کے حملوں کی مذمت کی۔[20]

iii۔ 16 دسمبر 2015 کو 16 دسمبر 2014 کو پشاور میں ہونے والے حملے میں معصوم بچوں اور اساتذہ کی شہادت کو دکھ اور افسوس کے ساتھ یاد کیا گیا۔[21]

قومی اسمبلی میں تقویمی سال 2015 میں توانائی کے بحران پر 3 دفعہ بحث کی گئی۔ صرف دو دفعہ، وفاقی وزیر برائے واٹر اینڈ پاور، خواجہ محمد آصف، ایم این اے، نے 19 مارچ 2015 کو حکومت کی نہ صرف گردشی قرضہ کے بڑھنے کے بارے میں پالیسی بیان جاری کیا بلکہ کراچی میں بجلی کی کمی اور 23 جون 2015 کو کراچی الیکٹرک سپلائی کمپنی سے جاری کشمکش پر بھی وضاحت پیش کی۔[22] ان دو واقعات کے علاوہ، وفاقی وزیر پٹرولیم اور قدرتی وسائل، جناب شاہد خاقان عباسی، ایم این اے، نے 25 اگست 2013 کو قطر سے LNG سے متعلقہ کیے گئے معاہدہ جات پر حکومتی نقطہ نظر واضح کیا۔[23]

ان کے علاوہ، قومی اسمبلی نے ملک میں توانائی کے بحران پر درج ذیل قراردادیں منظور کیں:

i۔ نومبر 2015 کو وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ملک میں بجلی کے بحران پر قابو پانے کے لئے اقدامات اٹھائے۔[24]

ii۔ 25 نومبر 2015 کو وفاقی حکومت کو پانی کے نئے ذخائر تعمیر کرنے کی ترغیب دی۔

ان کے علاوہ، قومی اسمبلی نے بے روزگاری، مہنگائی اور غربت جیسے مسائل پر بغیر کسی زور کے بحث کی اور نہ ان پر کوئی خاص توجہ دی۔

زیر غور عرصہ میں، قومی اسمبلی نے کل 24 قوانین منظور کیے۔ ان میں سے تین (12 فیصد) ملک کے سیکیورٹی انفراسٹرکچر سے متعلقہ تھے (قانون (ترمیم) پاکستان آرمی 2015، میں مزید ترمیم شامل ہے)۔ ان قوانین میں فوجی عدالتوں کے قیام، مبینہ دہشت گردوں سے عدالتی افسران اور عدالتی کارروائیوں کا تحفظ کرنا بھی شامل ہے۔

علاوہ ازیں، 2015 میں غربت کے خاتمہ سے متعلق صرف ایک قانون منظور کیا گیا۔ یہ قانون (ترمیم) منیمم ویجز فار ان سکلڈ ورکرز 2015 تھا۔ اس نے اسلام آباد کیپٹل ٹیریٹری (ICT) میں کام کرنے والے غیر تربیت یافتہ مزدوروں کے لئے اجرت 9 ہزار سے بڑھا کر 12 ہزار روپے کر دی۔

توانائی کے بحران کے معاملے میں، قومی اسمبلی نے قانون گیس انفراسٹرکچر ڈویلپمنٹ سیس 2015 منظور کیا جس میں ٹیکس لگاتے ہوئے طلب۔ رسد کے فرق سے نمٹا جاسکے اور گیس امپورٹ پراجیکٹس سے فنڈز حاصل کیے جاسکیں۔[26] فنانس بل 2015 کے علاوہ، قومی اسمبلی نے مہنگائی پر قابو پانے کے لئے کوئی قانون سازی نہ کی اور نہ ہی پاکستان میں غربت پر قابو پانے کے لئے کوئی قانون سازی کی گئی۔

اس معاملہ پر قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹی کی جانب سے ادا کیے جانے والے کردار میں، قومی اسمبلی کی ویب سائٹ پر دستیاب ریکارڈ کے مطابق 2015 کے دوران منظور کیے جانے والے 24 قوانین میں سے صرف 13 (54 فیصد) متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے سپرد کیے گئے۔ تاہم، یہ بات قابل افسوس ہے کہ سب سے اہم اکیسویں آئینی ترمیم کا قانون کسی بھی سٹینڈنگ کمیٹی کو نہ بھیجا گیا۔ برعکس اس کے، اس پر ایوان زیریں میں صرف 174 منٹ تک بحث ہوئی۔

بڑھتی ہوئی ترقی میں، قومی اسمبلی کی جانب سے زیرِ غور عرصہ میں پاکستان میں انصاف تک رسائی کے لئے چند قانون ساز اقدامات اٹھائے گئے۔ اس میں قانون پبلیکیشن آف دی لاز آف پاکستان 2015 شامل ہے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کی جانب سے اس قانون کی تقدیم کی گئی جس نے 3 مارچ 2015 کو ہدایات جاری کیں کہ قانونی کتابوں اور اس کے مواد کی ٹرانسلیشن کے لئے اس کی اشاعت کو منضبط کیا جائے تاکہ قانون کی کتابوں اور دیگر مواد پبلک تک رسائی تک اس پر نظر رکھی جاسکے جو اکثر اوقات پارٹیوں کے لئے نقصان کرتے ہوئے ان کے دعوؤں کو غلط کر دیتی ہے۔ صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ، پنجاب اور بلوچستان نے بھی اس بارے میں قراردادیں منظور کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قومی اسمبلی کی مجلس قائمہ برائے قانون و انصاف اور انسانی حقوق نے جناب ایاز سومرو، ایم این اے کے پیش کردہ نجی مسودہ قانون پر سپریم کورٹ کی جانب سے ازخود مقدمات پر فیصلوں سے متاثرہ فریقین کو اپیل کا حق دینے کی سفارش کی۔[27]

2015 کے دوران قومی معاملات کے حل کے لئے قانون سازی کے فریضے کے حوالے سے قومی اسمبلی کو 47.7 فیصد سکور ملا۔ اس کی عوامی تائیدی درجہ بندی 2015 میں 55 فیصد رہی جو 2014 کی درجہ بندی 48 فیصد سے زیادہ ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب میں عوامی نمائندگی

2015 کے لئے صوبائی اسمبلی پنجاب کو عوام کی نمائندگی پر 49 فیصد سکور ملا۔

پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے کے مطابق پنجاب سے رائے دینے والوں نے سکیورٹی مسائل، بے روزگاری، غربت، پینے کے صاف پانی کی فراہمی اور تعلیم کے بحران کو صوبے کے عوام کو درپیش بڑے مسائل گردانا۔ سال 2015 کے لئے، سست پیش رفت کے طور پر، صوبائی اسمبلی پنجاب میں جمع کرائے جانے والے 167 توجہ دلاؤ نوٹسوں میں سے 32 فیصد (53) صوبے میں امن عامہ اور سکیورٹی کی صورت حال سے متعلق تھے۔ ایوان نے سکیورٹی امور کے حوالے سے درج ذیل قراردادیں بھی منظور کیں۔

(1) 27 مارچ 2015 کو اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی جس میں یوحنا آباد میں دو گرجا گھروں پر 15 مارچ 2015 کو ہونے والے خود کش دھماکے اور ہجوم کی جانب سے دو مسلمانوں کو ہلاک کئے جانے کی مذمت کی گئی۔

(2) 23 مئی 2015 کو دو قراردادیں منظور کی گئیں جن میں کراچی میں بس پر ہونے والے دہشت گردی کے حملے اور ایس ایچ او ڈسکہ کی جانب سے

ڈسکہ بار ایسوسی ایشن کے صدر اور ایک وکیل کی مبینہ ہلاکت کی مذمت کی گئی۔

(3) ایوان نے 7 ستمبر 2015 کو ایک قرارداد منظور کی جس میں صوبائی وزیر داخلہ کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا جنہیں ایک خودکش حملے میں شہید کر دیا گیا تھا۔

اگرچہ رائے دینے والوں نے توانائی کو بڑا مسئلہ نہیں قرار دیا، اسمبلی میں اس پر خاصا وقت بحث ہوئی اور بحران کے حل کے لئے اصلاحات تجویز کی گئیں۔ ارکان اسمبلی کی جانب سے کالاباغ ڈیم پر بحث کے دوران پنجاب میں توانائی بحران کو اسمبلی کے سپرد کیا گیا تھا۔ مثال کے طور پر 14 اکتوبر 2015 کے ہونے والی نشست میں ڈاکٹر وسیم اختر ایم پی اے نے ملک میں بجلی کی قلت دور کرنے کے لئے کالاباغ ڈیم کی تعمیر کا معاملہ اٹھایا اور حکومت سے سوال کیا کہ کیا وہ یہ معاملہ مشترکہ مفادات کی کونسل میں اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

اسی طرح، 8 ستمبر 2015 کو ایک تحریک التوائے کار پر بحث کے دوران سفارش کی گئی کہ چیف جسٹس آف پاکستان کی زیرِ سربراہی اور چاروں صوبوں کے چیف جسٹس حضرات اور چاروں صوبائی اسمبلیوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو ڈیم کی تعمیر کے لئے منصوبہ تیار کرے۔

صوبے میں تعلیمی بحران کے حوالے سے، صوبائی اسمبلی پنجاب نے 3 قراردادیں منظور کیں جن میں صوبائی حکومت سے صوبے میں اساتذہ کی کمی کا مسئلہ حل کرنے اور پنجاب کے کچھ پسماندہ علاقوں کے سکولوں میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی کا مطالبہ کیا گیا۔ نظام کی نجی تعلیم کو منضبط کرنے کے لئے پنجاب اسمبلی نے 10 فروری 2015 کو متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی جس میں صوبے بھر کے نجی سکولوں کا سالانہ آڈٹ کرنے اور آڈٹ کی بنیاد پر ان پر ٹیکس عائد کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔[28]

سال 2015 کے دوران منظور کیے جانے والے 19 مسودات قانون میں سے کم از کم 8 کو آرڈیننس کی صورت میں جاری کیا گیا۔ منظور ہونے والے 19 مسودات قانون میں سے 9 کا تعلق صوبے میں سکیورٹی انفراسٹرکچر میں بہتری سے تھا۔ 3 مسودات قانون کے ذریعے نئی میڈیکل یونیورسٹیوں کا چارٹر کیا گیا۔ تاہم، بے روزگاری اور غربت کا مسئلہ حل کرنے اور پینے کے صاف پانی تک فراہمی کے لئے قانون سازی نہ ہوئی۔ 2015 کے دوران پنجاب اسمبلی میں متعارف کرائے جانے والے 24 مسودات قانون میں سے صرف 13 کو متعلقہ اسٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔

جائزہ گروپ کی جانب سے دیئے جانے والے سکور کے مطابق پنجاب اسمبلی کو صوبائی معاملات کے حوالے سے قانون سازی کا فریضہ سرانجام دینے پر 48 فیصد سکور دیا گیا، 2015 میں پلڈاٹ کی جانب سے کرائے گئے رائے عامہ کے سروے کے مطابق قانون سازی کا فریضہ سرانجام دینے پر اسے 51 فیصد کی تائیدی درجہ بندی ملی جو 2014 کی تائیدی درجہ بندی 49 فیصد کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ میں عوامی نمائندگی

سال 2015 کے لئے صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ کو صوبے کے عوام کی نمائندگی کا فریضہ ادا کرنے کے حوالے سے 58 فیصد سکور دیا گیا۔

اگرچہ پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے میں خیبر پختونخواہ کے عوام نے توانائی کے بحران، بے روزگاری، سکیورٹی مسائل، غربت اور افراطِ زر کو خطے

کے بڑے مسائل قرار دیا، اسمبلی میں زیادہ توجہ توانائی کے بحران پر بحث کے حوالے سے دیکھی گئی۔

یہ بحران اسمبلی میں 7 بار زیر بحث آیا اور اس پر بحث کے لئے 4 تحاریک التوائے کار کو منظوری ملی۔ اس کے علاوہ، اسمبلی نے کئی قراردادیں بھی منظور کیں جن میں وفاقی حکومت سے پاکستان چین اقتصادی راہداری کے تحت صوبے میں ہائیڈرل منصوبے تیار کرنے کو کہا گیا نیز غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ کو قابل تعزیر جرم قرار دینے کا مطالبہ بھی کیا گیا۔ اسمبلی نے 2 اکتوبر کو ایک قرارداد منظور کی جس میں پشاور الیکٹرک سپلائی کمپنی کے اہلکاران کے رویے کی مذمت کی گئی۔ اس کے علاوہ، 23 اپریل 2015 کو بھی ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ خیبر پختونخواہ حکومت کے ایما پر قدرتی گیس کی فراہمی کا بندوبست کرے اور صوبے کو درآمد شدہ ایل این جی میں اس کا حصہ فراہم کیا جائے۔
صوبے میں سکیورٹی کی صورت حال کے حوالے سے، اسمبلی نے درج ذیل قراردادیں منظور کیں ؛

1) 6 جنوری 2015 کو بہادری کا مظاہرہ کرنے پر اعتزاز حسن کو خراج تحسین[29]
2) 12 جنوری 2015 کو دہشت گردی کے خلاف بہادری کا مظاہرہ کرنے پر خیبر پختونخواہ کے عوام کو ہلال استقلال کا اعزاز دینا۔
3) 25 جولائی 2015 کو جناب آفتاب احمد خان شیر پاؤ پر دہشت گردانہ حملے کی مذمت۔

افسوسناک امر ہے کہ اسمبلی نے غربت، افراط زر اور بے روزگاری پر کوئی بحث نہ کی اور اسمبلی سے اس حوالے سے کوئی نتیجہ سامنے نہ آیا۔

سال 2015 میں صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ کے منظور کردہ 32 قوانین میں سے کوئی بھی توانائی کے بحران، غربت کے خاتمے، بے روزگاری، سکیورٹی معاملات اور افراط زر سے متعلق نہ تھا تاہم، اسمبلی نے 4 مسودات قانون (13 فیصد) صوبے کے صحت کے شعبے کی بہتری کے لئے منظور کئے۔

علاوہ ازیں، خیبر پختونخواہ اسمبلی کے منظور کردہ دو قوانین قابل تحسین ہیں۔ پہلا سول موبائل عدالتوں کا قیام 2015 ہے۔ اس قانون کے تحت صوبائی حکومت، پشاور ہائی کورٹ کی مشاورت سے، ہر ضلع یا دیگر جگہوں پر جہاں ضروری ہو، ایک یا زائد عدالتیں قائم کرے گی۔ یہ عدالتیں ڈسٹرکٹ جج کی ہدایات پر گردشی بنیاد پر نشست منعقد کریں گی۔ قانون کے تحت قائم کی گئی عدالت کی سربراہی سول جج کرے گا۔ دوسرا قانون خیبر پختونخواہ پولیس آرڈر کا ترمیمی قانون 2015 ہے۔ یہ ضلعی، سب ڈویژن یا تھانہ کی سطح پر چھوٹے موٹے معاملات کے عدالت سے باہر حل کے لئے تنازعات کے حل کی کونسلوں کے قیام کا اہتمام کرنا ہے۔

مذکورہ بالا کے علاوہ، سال 2015 میں اسمبلی میں دو حکمانہ تاریخی قوانین بھی متعارف کروائے گئے۔ ان میں خیبر پختونخواہ مخبر دار اور نگران کمیشن کا مسودہ قانون 2015 اور خیبر پختونخواہ میں مخبر کے تحفظ اور اخلاقیات کمیشن کے قیام کے لئے متعارف کروایا گیا ہے تاکہ صوبے کے شہریوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ "بے قاعدگیوں"، غیر قانونی یا بدعنوانی کے معاملات سے متعلق مفاد عامہ کے لئے افشا کر سکیں اور انہیں ناموافق اقدامات سے تحفظ دیا جا سکے اور ایسے افشا پر انہیں انعام دیا جا سکے۔[30]

موخر الذکر قانون "مفادات کے واضح تضاد اور سرکاری عہدیداروں کے ذاتی مفاد اور سرکاری ڈیوٹی کے مابین پائے جانے والے 21 تضادات کے امکان کو روکنے اور کم کرنے" کا اہتمام کرتا ہے۔[31] اگرچہ یہ دونوں مسودات قانون 15 اکتوبر 2015 کو اسمبلی میں متعارف ہوئے تاہم سال

کے آخر تک منظور نہ ہو سکے تھے۔

صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ کو صوبائی مسائل کے حل کے لئے قانون سازی کرنے پر 57 فیصد سکو ملا جو تمام قومی اور صوبائی اسمبلیوں سے زیادہ ہے۔ اسے 2015 میں 65 فیصد کی تائیدی درجہ بندی حاصل ہوئی جو ایک بار پھر تمام قومی اور صوبائی اسمبلیوں سے زیادہ ہے۔ ہر درجہ بندی 2014 کی درجہ بندی 44 فیصد سے تقریباً 47.8 فیصد زیادہ ہے۔

صوبائی اسمبلی سندھ میں عوامی نمائندگی

سال 2015 کے لئے صوبائی اسمبلی سندھ کو صوبہ سندھ کے عوام کی نمائندگی کے حوالے سے 45 فیصد سکور ملا۔
سندھ کے عوام نے سکیورٹی مسائل، توانائی کے بحران، بے روزگاری، غربت اور افراط زر کو بڑے مسائل قرار دیا، 2015 کے دوران ارکان اسمبلی نے سب سے زیادہ بحث سکیورٹی کے مسئلے پر کی اور اس کو 15 بار زیر بحث لایا گیا۔ ضرب عضب آپریشن کی حمایت، سندھ میں اقلیتوں کی ہلاکتوں کی مذمت، یا کراچی کی داخلی سکیورٹی صورت حال پر بحث اس میں شامل ہے۔ علاوہ ازیں، اسمبلی نے 16 دسمبر 2015 کو ایک اہم قرارداد منظور کی جس کے کراچی ڈویژن میں پاکستان رینجرز (سندھ) تعینات کرنے کی توثیق کی گئی، تاہم ان کے اختیارات پر چند قدغنیں عائد کر دی گئیں۔

اسی دوران، 2015 میں ارکان صوبائی اسمبلی نے افراط زر پر زیادہ بحث نہ کی اگر چہ بجٹ بحث میں اس کا بالواسطہ حوالہ دیا گیا۔ 3 ستمبر 2015 کو سندھ اسمبلی نے سرکاری ملازمتوں میں غیر مسلم اقلیتوں کے لئے مختص 5 فیصد کوٹے پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لئے ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی۔

3 ستمبر 2015 کو ہی اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی جس میں وفاقی حکومت سے K الیکٹرک کو نیشنل گرڈ سے بلاتعطل 650 میگا واٹ فراہمی کو یقینی بنانے کو کہا گیا۔ 16 اپریل 2015 کو وزیر خزانہ سید مراد علی شاہ، ایم پی اے نے بیان دیا کہ سندھ اسمبلی اس وقت تک وفاقی حکومت کی توانائی پالیسی کی منظوری نہیں دے گی جب تک آئین کے آرٹیکل 158 کے تحت لوگوں کو ان کے حقوق نہیں مل جاتے۔ سندھ کو وفاقی حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے روزانہ 18 سے 20 گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ کا سامنا تھا۔ علاوہ ازیں 16 فروری 2015 کو سندھ اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی جس کے ذریعے وفاقی حکومت کی جانب سے ملک میں گیس صارفین سے گیس انفراسٹرکچر ڈویلپمنٹ سیس نامی گیس محصول کی وصولی کو مسترد کر دیا گیا۔[32] علاوہ ازیں ایک تحریک التوائے کار پر بحث کے دوران، اعلان شدہ لوڈ شیڈنگ کے بارے میں K الیکٹرک، حیدر آباد اور سکھر الیکٹرک پاور کمپنیوں کے سخت رویے پر اسمبلی میں روشنی ڈالی گئی۔ صوبائی وزیر خزانہ، سید مراد علی شاہ نے اس موقع پر اسمبلی میں بتایا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئر مین، جناب آصف علی زرداری نے وزیر اعظم کو ایک خط تحریر کیا ہے جس میں ان کی توجہ سندھ میں ہونے والی طویل لوڈ شیڈنگ کی طرف مبذول کروائی گئی ہے۔

خیال رہے کہ صوبائی اسمبلی سندھ میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار کے تعلقات خراب رہے۔ 2015 کے دوران، حزب اختلاف کی جانب سے ہونے والے 12 واک آوٹ جو تین مختلف مواقع پر ہوئے، حزب اختلاف نے سپیکر پر حزب اقتدار کی حمایت کرنے پر تنقید کی۔ علاوہ ازیں، کم از کم دو مواقع پر حزب اختلاف نے حکومت کو فہرست کارروائی سے جان بوجھ کر انحراف کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا تا کہ حزب اختلاف صوبائی حکومت کی کارکردگی پر آواز بلند نہ کر سکے[34]۔ ایک ایسے موقع پر اسمبلی میں قائد حزب اختلاف، جناب محمد شہریار خان مہر نے میڈیا کے سامنے قواعد انضباط کار کی کتاب کو پھاڑ ڈالا تا کہ اسمبلی کی کارروائی حکومت کے مکمل انحراف کو اجاگر کیا جا سکے۔

حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں خراب تعلقات کا بخوبی اندازہ اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ جب اسمبلی نے 16-2015 کا بجٹ منظور کیا، تو حزب اختلاف نے اس موقع پر واک آؤٹ کرنے سے قبل مسودہ قانون مالیات کی کاپی پھاڑ ڈالی۔

صوبائی اسمبلی نے دو قراردادیں متفقہ طور پر منظور کیں جن میں سندھ حکومت سے سندھ میں سٹریٹ بچوں کے تحفظ اور پنجاب سے آلودہ پانی کے بچاؤ کو کنٹرول کرنے کے لئے اقدامات کو یقینی بنانے کو کہا گیا۔ اس کے علاوہ، 21 فروری 2015 کو صوبائی اسمبلی سندھ نے کراچی میں پینے کے صاف پانی کی کمی پر بحث کرنے کے لئے ایک تحریک التوائے کار پر کارروائی کی۔

صوبائی اسمبلی سندھ میں سال 2015 کے دوران منظور ہونے والے 28 مسودات قانون میں سے 7 صوبے میں سکیورٹی انفراسٹرکچر کی بہتری سے متعلق تھے جبکہ 5 صحت کا انفراسٹرکچر بہتر بنانے کے بارے میں تھے۔ صرف ایک مسودہ قانون یعنی سندھ ورکرز ویلفیئر فنڈ 2014، غربت کے خاتمے کے لئے منظور کیا گیا۔ مسودہ قانون کا مقصد ورکرز ویلفیئر فنڈ کے قیام کے ساتھ ساتھ صوبے میں مزدوروں کی بہبود سے متعلق معاملات کو منضبط کرنا ہے۔ سال 2015 کے دوران صوبائی اسمبلی میں متعارف کروائے جانے والے 32 مسودات قانون میں سے صرف 19 کو متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے سپرد کیا گیا۔

صوبائی مسائل کے حل کے لئے قانون سازی کے حوالے سے صوبائی اسمبلی سندھ کو سال 2015 کے لئے 44 فیصد سکور ملا۔ اسے 2015 کے دوران 47 فیصد تائیدی درجہ بندی حاصل ہوئی جو پلڈاٹ کی جانب سے کرائے گئے عوامی سروے کے مطابق قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں سب سے کم ہے۔

صوبائی اسمبلی بلوچستان میں عوامی نمائندگی

صوبے کے عوام کی نمائندگی کے فریضے کے حوالے سے صوبائی اسمبلی بلوچستان کو سال 2015 میں 49 فیصد سکور ملا۔

اگرچہ بلوچستان کے عوام نے توانائی کے بحران، افراط زر، پینے کے صاف پانی تک رسائی اور غربت کو بڑے مسائل قرار دیا، تاہم، افسوسناک امر ہے کہ اسمبلی نے افراط زر اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی پر ایک بار بھی سیر حاصل بحث نہ کی بلکہ بجٹ میں بحث کے دوران اول الذکر کے بارے میں صرف رسمی حوالہ دیا گیا۔

توانائی کے بحران کے حوالے سے اسمبلی نے 11 مئی 2015 کو ایک متفقہ قرارداد منظور کی جس میں وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ان اضلاع میں جہاں ہمسایہ ملک سے بجلی کی سپلائی ہو رہی ہے وہاں ایران کے نرخ متعارف کروائے جائیں اسمبلی نے 6 مارچ 2015 کو بھی ایک قرارداد منظور کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ سوئی سدرن گیس کمپنی کا ہیڈ آفس کراچی سے کوئٹہ منتقل کیا جائے۔

19 ستمبر 2015 کے اجلاس میں ارکان صوبائی اسمبلی نے بے روزگاری کے مسئلے پر بحث کی جس میں بلوچستان کے ہزروں بے روزگار نوجوانوں اور تقرریوں کے لئے صرف میرٹ کو بنیاد بنانے کے حوالے سے بحث ہوئی۔

سکیورٹی صورت حال پر اسمبلی میں تین دفعہ بحث ہوئی جس کے بعد وزیر اعلیٰ بلوچستان نے دو دفعہ پالیسی بیان دیا جس میں ناراض بلوچ راہنماؤں سے

مذاکرات اور گمشدہ افراد کا معاملہ شامل ہے۔ ایوان نے پنجگور میں بجلی کے خستہ حال انفراسٹرکچر کے بارے میں ایک تحریک التوائے کار پر بحث کی۔ وزیر اعلیٰ نے اس معاملے پر دومنٹ کے پالیسی بیان پر بحث کو سمیٹا۔

اسمبلی کے 15ویں اجلاس میں ایک اور اہم موضوع، عوامی مسائل پر رپورٹنگ کرنے والے صحافیوں کی بڑھتی ہوئی عدم سکیورٹی دیا۔ 9 مارچ 2015 کو صوبائی اسمبلی بلوچستان نے ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی جس میں دو صحافیوں اور نیوز ایجنسی کے ایک ملازم کی ہلاکتوں کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔ بحث کے دوران حزب اقتدار کے ارکان نے بتایا کہ صوبے میں اغوا برائے تاوان اور دیگر جرائم میں 60 فیصد کمی آئی ہے۔ اسمبلی نے 9 ستمبر 2015 کو ایک قرارداد منظور کرتے ہوئے ناراض بلوچ رہنماؤں سے رجوع کرنے پر صوبائی حکومت کی کاوشوں کی تائید کی۔

سال 2015 کے دوران صوبائی اسمبلی بلوچستان کے منظور کردہ 15 قوانین میں سے 5 صوبے میں سکیورٹی انفراسٹرکچر کی بہتری سے متعلق تھے، جبکہ چار میڈیکل یونیوسٹیوں کے قیام کے بارے میں تھے۔ توانائی کے بحران، افراط زر، پینے کے صاف پانی تک فراہمی اور غربت کے بارے میں کوئی قانون سازی نہ ہوئی۔ اسمبلی میں متعارف کرائے گئے 19 مسودات قانون میں سے صرف 7 کو متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے سپرد کیا گیا۔

صوبائی معاملات کے حل کے لئے قانون سازی کرنے پر سال 2015 کے لئے صوبائی اسمبلی بلوچستان کو پلڈاٹ کے جمہوری جائزہ گروپ نے 47 فیصد سکور دیا۔ 2015 میں پلڈاٹ کی جانب سے کرائے جانے والے رائے عامہ کے سروے میں قانون سازی کرنے پر اس کو 56 فیصد کی تائیدی درجہ بندی حاصل ہوئی تھی۔ 2014 میں یہ تائیدی درجہ بندی 61 فیصد تھی۔

اسمبلیوں میں بجٹ اجلاس

خزانے پر کنٹرول منتخب اسمبلی کا ناقابل تردید جمہوری فریضہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ منتخب نمائندوں کا فرض ہے کہ جس آمدن اور اخراجات کی وہ توثیق کرتے ہیں، وہ مالی لحاظ سے ٹھوس ہیں اور ان لوگوں کی ضروریات کے مطابق ہیں جن کی وہ نمائندگی کرتے ہیں۔ تاہم، جبکہ گزشتہ سالوں میں دیکھا گیا کہ بجٹ کی منظوری سے قبل بامعنی تجزیئے کے لئے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے قواعد اور استعداد میں بڑی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ اس اہم اصلاح کی جانب کوئی ٹھوس پیش رفت نہ ہوئی اور 2015 کے دوران بھی تمام اسمبلیوں کے بے معنی بجٹ اجلاس منعقد ہوئے۔

قومی اسمبلی کے بجٹ اجلاس 2016-2015 میں کل 15 نشستیں منعقد ہوئیں جو 15-2014 کی 14 نشستوں کے مقابلے میں 7 فیصد زائد ہیں۔ قومی اسمبلی کے قواعد کارروائی انضباط کار کے قاعدہ 187 کے مطابق وفاقی بجٹ پر کم از کم چار روز بحث ضروری ہے۔ یہ بجٹ کے جائزے کے لئے کافی وقت نہیں ہے اور دنیا بھر میں بجٹ اجلاس پر صرف ہونے والے وقت میں سب سے کم وقت ہے۔ مثال کے طور پر بھارتی لوک سبھا میں بجٹ کے جائزے اور منظوری کے لئے 90 دن درکار ہوتے ہیں۔

تاہم ایک اچھی پیش رفت یہ ہوئی کہ 16-2015 کے بجٹ کے لئے وفاقی وزارتوں کے پی ایس ڈی پی پر 2015 کے دوران قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹیوں کے 41 اجلاس منعقد ہوئے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ وزارتوں سے متعلق قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹیوں کی تعداد 30 ہے، اس کی

اوسط 1.4 اجلاس فی کمیٹی بنتی ہے۔

پہلا اجلاس مورخہ 16 دسمبر 2014 کو سٹینڈنگ کمیٹی برائے مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی جبکہ آخری اجلاس 20 مارچ 2015 کو سٹینڈنگ کمیٹی برائے خزانہ کا ہوا۔ قومی اسمبلی کے قواعد کارروائی کے مطابق کمیٹیوں کو اپنی سفارشات 31 مارچ 2015 تک متعلقہ وزارتوں کو بھیجی جانی چاہئیں۔ لہٰذا، تمام 100 فیصد اجلاس متعلقہ وزارتوں کو سفارشات بھیجنے کی ڈیڈلائن 31 مارچ 2015 سے قبل منعقد ہوئے۔

بلوچستان اسمبلی کا بجٹ اجلاس 6 نشستوں پر محیط تھا جو 15-2014 اور 14-2013 کے بجٹ اجلاس سے 14 فیصد کم نشستیں ہیں۔ خیبر پختونخواہ اسمبلی کا اجلاس سب سے کم 5 نشستوں پر مشتمل تھا جو قواعد کے مطابق بجٹ کے لئے مقرر کم از کم 4 نشستوں سے صرف ایک نشست زیادہ ہے۔ صوبائی اسمبلی پنجاب کی بجٹ اجلاسوں کی نشستیں سب سے زیادہ 13 رہیں جو 15-2014 کے بجٹ اجلاس سے 30 فیصد زیادہ ہیں۔ صوبائی اسمبلی سندھ کی بجٹ اجلاس کی نشستیں 10 ہیں جس دوران اس نے سندھ مسودہ قانون مالیات 2015 منظور کیا۔

اہم پالیسی معاملات جن میں پالیمان کو نظر انداز کیا گیا

زیر بحث عرصہ کے دوران، بحث کئے بغیر جلد بازی میں قانون سازی کا مایوس کن رجحان دیکھنے میں آیا۔ پاکستان آرمی ترمیمی قانون 2015 اور 21 ویں آئینی ترمیمی قانون 2015 کی منظوری پر غور کریں؛ جن کے پاکستان کی جمہوریت پر دور رس نتائج ہونا تھے، پارلیمان میں 3 جنوری 2015 کو پیش کئے گئے اور صرف 3 دن کی مختصر مدت میں 6 جنوری 2015 کو انہیں منظور کر لیا گیا۔ آئینی ترمیم پر بحث کا کل وقت 174 منٹ سے زیادہ نہ تھا۔ اس جلد بازی کے موقع پر جمیعت علمائے اسلام۔ فضل الرحمٰن اور جماعت اسلامی نے بجا طور پر اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا کہ اس ترمیم کے ذریعے صرف مذہبی دہشت گردی کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور دیگر کو افسوسناک طریقے سے نظر انداز کی جا رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ 25 فروری 2015 کو پاکستان آرمی کے ترمیمی قانون 2015، جو صرف ایک ماہ قبل منظور ہوا تھا، میں مزید ترمیم کے لئے پاکستان آرمی ایکٹ میں ترمیمی آرڈیننس جاری کیا گیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی منظوری کے وقت تفصیلی غور خوض نہ ہو سکا تھا۔

حکومت کی جانب سے 22 ویں آئینی ترمیم متعارف کرانے کے منصوبے پر غور کریں جس کا مقصد سینیٹ انتخابات میں محض چند دن قبل کھلی رائے شماری متعارف کرانا تھا۔ بیرسٹر ظفر اللہ خان (معاون خصوصی برائے وزیر اعظم برائے پارلیمانی امور) کا یہ بیان کہ "مطلوبہ ترمیم قابل عمل ہے اور ایک دن میں منظور ہو سکتی ہے۔"[35] دو امور کی عکاسی کرتا ہے؛ کس طرح پارلیمان سے باہر کل جماعتی کانفرنسز میں اصل سیاسی مشاورت ہو رہی ہے اور صبر و حوصلے کی کمی جو حکومت میں پارلیمانی بحث و مباحث کے حوالے سے پائی جاتی ہے۔ انتخابات سے صرف چند گھنٹے قبل فاٹا کے سینیٹرز کے انتخاب کے لئے طریق کار میں تبدیلی کے لئے 5 مئی 2015 کو صدارتی حکم کے اجرا اور بعد میں اس کو واپس لینا، اس نقصان دہ جلد بازی کی ایک اور مثال ہے۔

اسی طرح کے ایک واقعہ میں حکومت کو حزب اختلاف کی افراط والے سینیٹ میں عجیب صورتحال کا سامنا اس وقت ہوا جب اس نے PIA آرڈیننس کی نا منظوری کی تاریخی قرارداد منظور کر لی، آرڈیننس کے ذریعے سرکاری ادارے کو ایک کمپنی میں تبدیل کیا جانا تھا۔[36] 7 دسمبر 2015 کو قومی اسمبلی اجلاس سے صرف 48 گھنٹے قبل، پی آئی اے کارپوریشن (تبدیلی) آرڈیننس کا اجرا، اہم قومی پالیسی معاملات پر مسودات قانون کی تیاری ہی حکومت کی جلد بازی کی عکاسی کرتا ہے۔

علاوہ ازیں، 30 نومبر 2015 کو وفاقی حکومت نے ایک منی بجٹ منظور کیا جس کے ذریعے اضافی ٹیکس عائد کیے گئے جن کی مالیت 40 بلین روپے تھے۔ نئے ٹیکسوں سے بالواسطہ ٹیکسوں میں اضافہ ہوا تاکہ ٹیکس محاصل کو بڑھایا جاسکے۔ یہ منظوری پارلیمان میں بحث کے بعد کی گئی۔ اس کے ردعمل کے طور پر سینیٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی برائے خزنہ نے حکومت کو ان دونوں معاملات پر ہدف تنقید بنایا کہ اس کا انحصار بالواسطہ ٹیکسوں پر ہے جو غریبوں پر بوجھ ہو گا اور زیادہ اہم بات ہے کہ وہ ایسے اہم معاملات پر انتظامی فیصلے کرتی ہے۔

خیال رہے کہ سال 2015 میں قومی اسمبلی کی انتظامیہ سے آزادانہ فیصلے کرنے کی صلاحیت پر 39.5 فیصد کا کم سکور ملا۔

کل جماعتی کانفرنسز کا بڑھتا ہوا رجحان

زیرِ غور عرصہ کے دوران قومی دلچسپی کے امور پر اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے کل جماعتی کانفرنسز کا رجحان دیکھنے میں آیا۔ یہ پارلیمان کے لئے نقصان دہ ہے کیونکہ وہ بڑے پالیسی مباحث جو پارلیمان میں منعقد ہونے چاہئیں، اس کی بجائے کل جماعتی کانفرنسز میں ہوئے۔ یکم جنوری 2015 سے 31 دسمبر 2015 تک حکومت کی جانب سے طلب کردہ درج ذیل کل جماعتی کانفرنسیں منعقد ہوئیں:

جدول 7: حکومت کی جانب سے بلائی جانے والی کل جماعتی کانفرنسز: جنوری۔دسمبر 2015

نمبر شمار	تاریخ	زیر بحث آنے والے معاملات
1	2 جنوری 2015	دہشت گردی کی جاری لہر سے نمٹنے کے لئے فوجی عدالتوں کے قیام سمیت نیشنل ایکشن پلان کی منظوری
2	13 مئی 2015	کئی بلین ڈالر والی پاکستان چین اقتصادی راہداری پر اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے
3	28 مئی 2015	پاکستان چین اقتصادی راہداری سے متعلق مختلف سیاسی جماعتوں کے تحفظات دور کرنے کے لئے

یہ بات بھی افسوسناک ہے کہ ان تینوں کل جماعتی کانفرنسز کے مواقع پر پارلیمان کا اجلاس بھی جاری تھا۔ پارلیمان وہ اہم فورم ہے جہاں حکومت کو اپنے پالیسی فیصلے اور ترجیحات کا اعلان کرنا چاہیئے۔ تاہم، افسوسناک بات یہ ہے کہ طلب کردہ کل جماعتی کانفرنسز کی وجہ سے ارکان پارلیمان نیشنل ایکشن پلان اور پاکستان چین اقتصادی راہداری پر اپنی رائے نہ دے سکے۔ یہ نہ صرف اس موثر اور جامع بحث کی خلاف ورزی ہے جو عموماً پارلیمان میں ہوتی ہے بلکہ یہ اس دستوری ادارے کو نظرانداز کرنے کے مترادف ہے جو آئینی طور پر ایسے معاملات کے لئے مقرر ہے۔

پاکستان سینیٹ؛ اصلاحی ایجنڈے کی جانب گامزن

2015 میں پاکستان کی سینیٹ نے اہم اصلاحات کیں جن میں ویب سائٹ کو جدید بنانا شامل ہے تاکہ اسے زیادہ قابل رسائی اور شفاف بنایا جاسکے۔ اب پاکستان سینیٹ کی ویب سائٹ پر نہ صرف سینیٹرز کی سینیٹ کے اجلاسوں کی حاضری دی جاتی ہے بلکہ کمیٹی کے اجلاسوں کی حاضری بھی دی جارہی ہے۔

اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ پاکستان سینیٹ نے اپنے چیئرمین کے تابع، اصلاحات کی جانب سب سے زیادہ پیش رفت دکھائی ہے اور نگرانی کی زیادہ

اہلیت کا مظاہرہ کرنے کے لئے اپنے قواعد کار میں ترمیم کی ہے۔ سینیٹ کے وقفہ سوالات میں استحکام کے لئے ضروری اضافوں، پورے ایوان کو ایک کمیٹی کی شکل دینے کے علاوہ؟۔۔۔؟ سب سے اہم اضافہ وزرا کی ایوان میں حاضری اور "ایوان کی جانب سے بھیجے گئے تمام معاملات اوران پر (سینیٹ کی) کمیٹیوں کی جانب سے سفارشات کی رپورٹ دینے کے بارے میں ہے۔ "[37]

سینیٹ کی جانب سے ایک اور اہم قدم، پورے ایوان کو ایک کمیٹی میں تبدیل کرنے کا اہتمام ہے قومی اہمیت کے معاملات کے بارے میں ایوان کو پورے ایوان کی کمیٹی میں تبدیل کرنے کے لئے قواعد میں ترمیم کی گئی اور کسی بھی شخص کو حاضر ہونے یا کسی بھی ڈویژن، محکمہ، خودمختار ادارے، نیم سرکاری ادارے یا تنظیم سے کوئی بھی دستاویز طلب کرنے، یا ان افراد کا حلفیہ بیان لینے یا دینے زیرغور کسی معاملے سے متعلق شہادت دینے کے لئے کسی بھی شخص کو مدد کرنے یا طلب کرنے کا اختیار دے دیا گیا۔ قواعد میں ترمیم کے بعد، کمیٹی نے کم از کم 12 اجلاس منعقد کئے اور اہم معاملات پر غور کیا گیا جن میں تیز اور سستے انصاف کی فراہمی، طلبا یونین کو بحال کرنے، قیدیوں کو لانے لے جانے کے لئے خصوصی فورس کے قیام کی تجاویز، از خود سماعت کے مقدمات میں اپیل کا حق دینے اور انسانی حقوق سے متعلق پولیس کے اختیارات پر نظرثانی وغیرہ شامل ہیں۔

سال 2015 میں سینیٹ نے سینیٹ فورم برائے پالیسی ریسرچ کے نام سے ایک داخلی تھنک ٹینک تشکیل دیا جو زیربحث مختلف معاملات پر سینیٹ کی رہنمائی کے لئے 8 سابق اور 8 موجودہ سینیٹرز پر مشتمل ہے۔

ایک اور قابلِ تحسین اقدام کے طور پر پاکستان کی سینیٹ نے پبلک پٹیشن پورٹل کا آغاز کیا۔[38] ماضی میں سپریم کورٹ کے انسانی حقوق سیل نے اس کا آغاز کیا تھا جو عدلیہ کے لئے کسی حد تک متنازعہ کردار ہے۔ پارلیمان کے لئے یہ بات کہیں زیادہ مناسب ہے کہ وہ عوامی نمائندگی کے اپنے فریضے کے طور پر پبلک پٹیشن کا جائزہ لے۔

سینیٹ سیکرٹریٹ کو 4 فروری 2016 تک اس نظام کے تحت 1112 پبلک پٹیشن موصول ہوئیں۔ ان میں سے 6 کو ایوان میں بحث کے لئے منتخب کیا گیا جبکہ بقایا کو غور وخوض کے لئے متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔

پاکستانی اسمبلیوں میں بڑھتی ہوئی شفافیت

ایک مثبت پیش رفت کے طور پر، پاکستان کی زیادہ تر اسمبلیاں، اپنی کارگزاری کو شہری مطالبات کے جواب میں زیادہ شفاف بنا رہی ہیں۔ صوبائی اسمبلی پنجاب، پاکستان کی پہلی اسمبلی ہے جس نے اپنے ارکان کی حاضری آن لائن شائع کی۔ اس اقدام کے تحت 16 ویں اسمبلی کے 12 ویں اجلاس سے تمام ارکان کی حاضری ویب سائٹ پر دی جا رہی ہے۔[39] اس کے علاوہ، صدر پاکستان کی جانب سے پلڈاٹ کی درخواست منظور کرنے کے فیصلے کے بعد قومی اسمبلی نے بھی جولائی 2015 سے اپنے ارکان اسمبلی کی حاضری ویب سائٹ پر شائع کرنا شروع کر دی ہے۔ پاکستان سینیٹ نے بھی سینیٹرز کی حاضری اور کمیٹیوں کی حاضری بھی اپنی ویب سائٹ کو جدید بنانے کے بعد شائع کر دی ہے۔

تاہم یہ بات افسوسناک ہے کہ صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ، جس نے حق حصول معلومات کے ترقی پسند قانون کو منظور کر کے، جو 23 جون 2013 کو منظور ہوا، سب سے آگے تھی، نے حق حصول معلومات کے قانون میں 2015 میں ایک ترمیم منظور کی جس نے خیبر پختونخواہ اسمبلی کو حق وصولی معلومات کے

قانون کے دائرہ کار سے مستثنیٰ کر دیا اور شہریوں کو اپنے منتخب نمائندگان کی کارکردگی جاننے کے حق سے محروم کر دیا۔ بعدازاں، 7 ستمبر 2015 کو ہونے والے اپنے اجلاس میں ایک ترمیمی قانون کے ذریعے جون 2015 میں منظور کردہ اس ترمیم کو واپس لے لیا گیا جس کے ذریعے خیبر پختونخواہ اسمبلی کو اس قانون کے دائرہ عمل سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اسمبلی نے حق وصولی معلومات کے دوسرے ترمیمی قانون کو منظور کر کے اس غیر جمہوری ترمیم کو واپس لے لیا۔ اس کے باوجود، خیبر پختونخواہ کے ارکان اسمبلی کی حاضری اسمبلی کی ویب سائٹ پر دستیاب نہ ہے۔ سندھ اور بلوچستان کی صوبائی اسمبلیوں نے بھی اپنے ارکان کی حاضری ویب سائٹ پر دینے کے لئے کوئی کاوش نہ کی ہے۔

شفافیت اور شہریوں تک رسائی کے حوالے سے قومی اسمبلی نے 2015 میں 49 فیصد سکور حاصل کیا۔ صوبائی اسمبلی پنجاب اور خیبر پختونخواہ کو 48 فیصد سکور ملا جس کے بعد سندھ اسمبلی کو 40 فیصد اور بلوچستان اسمبلی کو 38 فیصد سکور ملا۔

پاکستانی اسمبلیوں میں حاضری

جہاں تک پاکستانی اسمبلیوں میں پارلیمانی رہنماؤں کی حاضری کا تعلق ہے تو سال 2015 کے دوران قومی اسمبلی اور پاکستان سینیٹ دونوں میں اوسطاً 60 فیصد ارکان نے تمام نشستوں میں شرکت کی۔ 2015 کے دوران وزیراعظم نے قومی اسمبلی کی صرف 13 فیصد نشستوں میں شرکت کی جبکہ پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین جناب عمران خان نے 2015 میں قومی اسمبلی میں صرف دو اجلاسوں میں شرکت کی۔ پارلیمانی رہنماؤں میں سب سے زیادہ حاضری قائد حزب اختلاف، سید خورشید شاہ، ایم این اے کی رہی جنہوں نے 2015 میں قومی اسمبلی کی 86 فیصد نشستوں میں شرکت کی۔

صوبائی اسمبلیوں کے لحاظ سے، سب سے زیادہ حاضری وزیراعلیٰ سندھ سید قائم علی شاہ، ایم پی اے کی رہی، جن کی اسمبلی کے اجلاس میں حاضری 71 فیصد تھی۔ اس کے بعد بلوچستان کے سابق وزیراعلیٰ ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ، ایم پی اے ہیں، جن کی حاضری 63 فیصد رہی۔ خیبر پختونخواہ کے وزیراعلیٰ جناب پرویز خٹک، ایم پی اے کی اسمبلی کے اجلاسوں میں حاضری 34 فیصد رہی۔ تاہم سب سے کم حاضری پنجاب کے وزیراعلیٰ محمد شہباز شریف، ایم پی اے کی رہی جو 2015 کے دوران دیگر وزرااعلیٰ کی نسبت اسمبلی کے اجلاسوں میں صرف دو مرتبہ حاضر ہوئے۔

اس لحاظ سے کہ 2015 کے دوران وزیراعظم اور وزیراعلیٰ کا اپنی متعلقہ مقننہ کے ساتھ کس حد تک تعمیری اور کتنا مضبوط تعلق رہا، وزیراعظم کو سب سے کم سکور 27 فیصد ملا۔ پلڈاٹ کے 2015 کے رائے عامہ کے سروے کے مطابق اس سلسلے میں تائیدی درجہ بندی 39 فیصد رہی۔ جبکہ 2014 میں یہ تائیدی درجہ بندی 42 فیصد تھی۔

اسی پیمانے کے لحاظ سے وزیراعلیٰ سندھ نے 2015 میں سب سے زیادہ 56 فیصد سکور حاصل کیا۔ دوسرے نمبر پر وزیراعلیٰ بلوچستان نے 51 فیصد، وزیراعلیٰ خیبر پختونخواہ نے 43 فیصد اور وزیراعلیٰ پنجاب نے 28 فیصد سکور حاصل کیا۔ اسی پیمانہ کے مطابق خیبر پختونخواہ کے وزیراعلیٰ کی 2015 کے لیے تائیدی درجہ بندی سب سے زیادہ 60 فیصد (2014 میں 28 فیصد کی نسبت)، پنجاب کے وزیراعلیٰ کی 41 فیصد (2014 میں 51 فیصد کی نسبت) اور وزیراعلیٰ سندھ کی یہ تائیدی درجہ بندی 33 فیصد (2014 میں 46 فیصد کی نسبت) رہی۔

قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی

جدول 8: قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی: تقابلی سکور 2015-2014

	2014	2015
وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی	**38.3%**	**34.9%**
وفاقی کابینہ کی اجتماعی ذمہ داری کا تصور کس قدر مستحکم ہے؟	20%	29.2%
صوبائی کابینہ ہائے کی اجتماعی ذمہ داری کا تصور کس قدر مستحکم ہے؟	38.3%	39.1%
آپ کی رائے میں، وزیراعظم نے کس حد تک پارلیمان کے ساتھ ایک گہرا اور تعمیری رشتہ برقرار رکھا ہے؟	33.9%	27%
آپ کی رائے میں، وزرا اعلیٰ نے کس حد تک صوبائی اسمبلیوں کے ساتھ ایک گہرا اور تعمیری رشتہ برقرار رکھا ہے؟	40.9%	44.5%

قومی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی جانچنے کے پیمانے کے مطابق 2014 میں یہ کارکردگی 34.9 فیصد تھی جو 2015 میں کم ہوکر 38.3 فیصد رہ گئی۔ اس ذیلی پیمانے کے تحت کہ وزیراعظم کا پارلیمنٹ کے ساتھ تعلق کتنا مضبوط اور کس حد تک تعمیری رہا، 2014 میں 33.9 فیصد جبکہ 2015 میں کم ہو کر 27 فیصد سکور رہ گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وزیراعظم کی 2014 میں اسمبلی کے اجلاسوں میں حاضری 27 فیصد تھی جبکہ 2015 میں ان کی حاضری صرف 13 فیصد رہ گئی۔

2015 میں حکومتی پارٹی کی جانب سے اہم عوامی مسائل پر بحث کے لئے کابینہ کے باقاعدگی سے اجلاس منعقد نہ کرنا اچھا اقدام نہ تھا۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی موجودہ حکومت کے تقریباً 30 ماہ کے اندر وفاقی کابینہ کے کل 22 اجلاس منعقد ہوئے۔ اس دورانیہ کا آخری اجلاس 15 ستمبر 2015 کو منعقد ہوا۔

یہ وفاقی حکومت کے قواعد انضباط کار کے قاعدہ 20 کی واضح خلاف ورزی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ "وزیراعظم کی جانب سے مقرر کردہ دن اور وقت پر عمومی کارروائی کے لیے وفاقی کابینہ کا ہفتے میں عام طور پر ایک اجلاس منعقد ہوگا۔" موجودہ حکومت دو سال اور 11 ماہ سے برسراقتدار ہے۔ اس حساب سے 2015 کے آخر تک وفاقی کابینہ کے 112 اجلاس منعقد ہونا چاہیے تھے لیکن اس عرصہ میں کابینہ کے صرف 22 اجلاس منعقد ہو سکے۔ اسی وجہ سے وفاق حکومت کی مشترکہ ذمہ داری میں کمی کی وجہ کے ذیلی پیمانہ کے تحت 2014 میں حکومت کو 20 فیصد جبکہ 2015 میں 29.2 فیصد کا کم سکور ملا۔ اس طرح جون 2013 میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے برسراقتدار آنے کے بعد مشترکہ مفادکی کونسل نے صرف چند اجلاس منعقد کیے حالانکہ آئین کے مطابق 90 روز کے اندر کم از کم ایک اجلاس منعقد کرنا لازم ہے۔[40]

2015 میں حکومت پنجاب کی کابینہ کے صرف تین اجلاس، خیبر پختونخواہ کابینہ کے کل پانچ، سندھ کابینہ کے چھ اور بلوچستان کابینہ کے کل پانچ اجلاس منعقد ہوئے۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ اہم پالیسی کی تشکیل کے فیصلے آئینی طور پر تشکیل کردہ کابینہ کی بجائے ایڈہاک فورم مثلاً صوبائی اپیکس کمیٹیوں میں کیے گئے۔ 2015 کے دوران ہر صوبے میں صوبائی اپیکس کمیٹیوں کے اجلاسوں کی تعداد صوبائی کابینہ کے اجلاسوں کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔

صوبائی کابینہ میں مشترکہ ذمہ داری کے تصور کے ذیلی پیمانے کے ذریعے خیبر پختونخواہ اور سندھ کی صوبائی کابینہ نے 2015 میں سب سے زیادہ سکو 41.3 فیصد حاصل کیا۔ اس کے بعد صوبائی اسمبلی بلوچستان نے 40 فیصد اور صوبائی اسمبلی پنجاب نے 30 فیصد سکور حاصل کیا۔

قومی اور صوبائی حکومتوں کے تناظر میں، پاکستان میں جمہوریت کی ترقی کے لیے ایک مثبت پیش رفت میں بلوچستان میں ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ، ایم پی اے کی جگہ پر جناب ثناءاللہ زہری، ایم پی اے کو وزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز کیا گیا۔

2015 میں وفاقی حکومت اور سندھ اور خیبر پختونخواہ کی صوبائی حکومتوں کے درمیان اختلافات کا بڑھتا ہوا قابل افسوس رجحان ہے۔ اول الذکر کے ساتھ اختلافات کی وجہ کراچی آپریشن میں مختلف تبدیلیاں بشمول پاکستان رینجرز کو پولیس کے خصوصی اختیارات دینا ہے۔ موخر الذکر کے ساتھ اختلاف کی وجہ پاک چین معاشی راہداری ہے اور خیبر پختونخواہ کی حکومت کو خوف لاحق ہے کہ اسے اس راہداری میں مناسب حصہ نہیں دیا گیا۔

عدلیہ کی کارکردگی اور انصاف تک رسائی

جدول 9: عدلیہ کی کارکردگی اور انصاف تک رسائی: تقابلی سکور 2015-2013

	2013	2014	2015
عدلیہ کی کارکردگی اور انصاف تک رسائی	**43.5%**	**54.9%**	**49.1%**
عدلیہ کتنی آزاد ہے؟	51.3%	69.6%	60.4%
عدلیہ کس قدر مستعدی سے اور کس قدر سستا انصاف فراہم کرتی ہے؟	35.6%	46.1%	38.3%
عدلیہ کے فیصلوں پر کتنی تیزی سے اور کس حد تک عملدرآمد ہوتا ہے؟	43.8%	49.1%	48.6%

عدلیہ کی کارکردگی اور انصاف تک رسائی کے پیمانہ کو 2013 میں 43.5 فیصد، 2014 میں 54.9 فیصد جبکہ 2015 میں 49.1 فیصد سکور دیا گیا۔

DAGs کی رائے کہ عدلیہ کتنا سستا اور جلد انصاف فراہم کرتی ہے، کو 2013 میں 35.6 فیصد جبکہ 2014 میں بڑھ کر 46.1 فیصد سکور ملا۔ 2015 میں اس پیمانے کا سکور کم ہو کر 38.3 فیصد رہ گیا۔ اسی طرح کا بدلتا ہوا رجحان عدلیہ کی خودمختاری اور عدلیہ کے فیصلوں پر جلدی اور پوری طرح عملدرآمد میں بھی پایا جا رہا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ پلڈاٹ کے 2015 کے رائے عامہ کے سروے کے مطابق ایک ادارے کے طور پر اعلیٰ عدلیہ پر اعتماد کے لیے اعلیٰ عدلیہ کی تائیدی درجہ بندی 63 فیصد رہی جبکہ ماتحت عدلیہ کی یہ تائیدی درجہ بندی 43 فیصد رہی۔ 2014 میں اعلیٰ عدلیہ کی یہ تائیدی درجہ بندی 62 فیصد جبکہ ماتحت عدلیہ کی درجہ بندی 50 فیصد رہی۔

2015 میں پاکستان کی عدلیہ نے کئی ایسے فیصلے کیے جن کی وجہ سے ملک میں جمہوریت کو استحکام ملا۔ 5 اگست 2015 کو انکوائری کمیشن کی رپورٹ اور اٹھارویں اور اکیسویں آئینی ترامیم کے خلاف تمام درخواستوں کو رد کر دیا۔

اس کے علاوہ، مئی 2015 کو لاہور ہائی کورٹ نے لاہور ڈیولپمنٹ اتھارٹی کو اپنے تمام منصوبوں خصوصاً سگنل فری روڈ کو پنجاب میں مقامی حکومتوں کے انتخابات کے منعقد ہونے تک روکنے کا حکم امتناہی جاری کیا۔ حالانکہ سپریم کورٹ نے بعد میں اس حکم امتناعی کو منسوخ کر دیا، تاہم لاہور ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ اس لیے قابل تعریف تھا کیونکہ اس کے ذریعے منتخب مقامی حکومتوں کا اداروں مثلاً لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی پر اختیار کو تسلیم کیا گیا۔

2015 میں سپریم کورٹ نے ملک میں پھیلی انتہا پسندی کے خلاف اپنا موقف واضح کرتے ہوئے اکتوبر 2015 کو تین رکنی بنچ تشکیل دیا۔ اس بنچ نے فیصلہ دیا کہ توہین رسالت کے قانون پر تنقید، توہین رسالت کے مترادف نہ ہوگا۔ ان ریمارکس کے بعد ممتاز قادری کے وکیل کی جانب سے اس کی پھانسی کے خلاف دائر درخواستیں رد کر دی گئیں۔

آئینی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے 2015 میں پاکستان کے نئے مقرر ہونے والے چیف جسٹس، جسٹس انور ظہیر جمالی نے 2 نومبر 2015 کو پاکستان کی سینٹ سے خطاب کیا۔ چیف جسٹس نے پاکستان کے عدالتی نظام میں ریفارمز کا ایجنڈا پیش کیا جس میں پارلیمنٹ، عدلیہ اور انتظامیہ کے کردار کی نشاندہی کی۔

اس سلسلے میں سینیٹ نے 31 دسمبر 2015 کو [41] "سستے اور جلد انصاف کی فراہمی" کے عنوان سے ایک رپورٹ تیار کی۔ اس رپورٹ میں کئی ریفارمز مثلاً انٹرا کورٹ اپیل کا خاتمہ، درخواستوں کے لیے ٹائم فریم مقرر کرنا وغیرہ، پیش کی گئیں۔ سینیٹ کے آئندہ اجلاس میں کمیشن کی جانب سے تیار کیے گئے مسودات قانون پارلیمنٹ میں منظوری کے لیے پیش کیے جائیں گے۔

اس طرح وزیر اعظم کی کمیٹی برائے قانونی اور عدالتی ریفارمز نے پاکستان کے عام شہری کے لیے انصاف کی جلد فراہمی کے عنوان سے وزیر اعظم کو رپورٹ پیش کی۔ [42] تاہم ان مجوزہ ریفارمز کو پاکستان کی عدلیہ کا حصہ بنانے کے لیے حکومت نے کوئی اقدام نہ اٹھایا۔ 2015 کے آغاز پر اور سانحہ پشاور کے بعد، دہشت گردی کے مقدمات کی سست سماعت کی وجہ سے پاکستان کی عدلیہ کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ وزیر اعظم نے شاید اس کی طرف سب سے زیادہ توجہ دی اور فرمایا کہ عدلیہ کی آزادی کے ساتھ ساتھ اس کی کارکردگی بھی ضروری ہے۔ کئی مقدمات کے التوا کی وجہ سے امن امان کی صورتحال کے مسائل پیدا ہوئے ہیں تاہم جسٹس جواد ایس خواجہ اور جسٹس آصف سعید کھوسہ کی رائے میں غیر مستعد تفتیش اور کمزور پراسیکیوشن عدالتوں میں تاخیر اور زیر التوا مقدمات میں اضافے کی بنیادی وجہ ہیں۔

اس بحث نے فوجی عدالتوں کی تشکیل کو جنم دیا۔ اگرچہ دہشت گردی کے مقدمات میں الزام ثابت کرنے کی کم تعداد پر ملک کی عدلیہ کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ تاہم حکومت کی تفتیش اور پراسیکیوشن برانچیں اس کی ذمہ دار ہیں کیونکہ کسی بھی شخص کو ثبوت کے بغیر سزا نہیں دی جا سکتی۔

فوجی عدالتوں کے قیام کی صورت میں انصاف کے ایک متوازی نظام کی وجہ سے نہ صرف پاکستان کے دیوانی عدالتی نظام بلکہ اس کی ابھرتی ہوئی

جمہوریت کو بھی نقصان پہنچا۔ کہا جاتا ہے کہ ان عدالتوں کے قیام سے عدلیہ اور انتظامیہ میں تفریق کم ہوئی ہے اور آئین میں مندرج اختیارات کی ثلاثی تقسیم میں بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ یہ دہشت گردی سے متعلق مقدمات میں بھی حکومت کے عدلیہ پر محدود اعتماد کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انصاف کی فراہمی جو جمہوریت کی خوبی ہے، پاکستان میں مسائل سے دوچار ہے۔

2015 کے آخر تک فوجی عدالتوں کے تحت کل 76 پھانسیاں دی گئیں۔ صرف 7 پھانسیاں سپریم کورٹ نے عدالتی نظر ثانی کے لیے روک لیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اکیسویں ترمیم کے خاتمے کے بعد تقریباً آٹھ ماہ کے عرصے کے اندر دیوانی عدالتی نظام کو کیسے بہتر کرے؟ اگرچہ دیوانی عدالتی نظام میں بہتری وفاقی اور صوبائی حکومتوں، عدلیہ اور وکیلوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے تاہم بنیادی طور پر یہ ذمہ داری وفاقی حکومت کی ہے۔

جدول 10: پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ میں زیر التوا مقدمات[43]

نمبر شمار	عدالت	زیر التوا مقدمات (2013)	زیر التوا مقدمات (2014)	زیر التوا مقدمات (2015)	2014-2015 سے فیصد تبدیلی
1	سپریم کورٹ آف پاکستان	20480	22764	22893	+0.6%
2	وفاقی شرعی عدالت	997	1014	889	-12.3%
3	لاہور ہائی کورٹ	173037	164683	147945	-10.1%
4	سندھ ہائی کورٹ	66475	70046	71435	+2%
5	پشاور ہائی کورٹ	26716	27451	27954	+1.83%
6	بلوچستان ہائی کورٹ	4923	5279	4842	-8.3%
7	اسلام آباد ہائی کورٹ	13207	14500	15613	+7.7%
8	ضلعی عدلیہ پنجاب	1107634	1161524	1139357	-1.9%
9	ضلعی عدلیہ سندھ	124190	127314	129666	+1.8%
10	ضلعی عدلیہ خیبر پختونخواہ	132762	145203	151993	+4.7%
11	ضلعی عدلیہ بلوچستان	8444	9458	10231	+8.2%
12	ضلعی عدلیہ اسلام آباد	28789	27858	29234	+4.9%

اس حوالے سے ایک اہم عنصر بہت زیادہ مقدمات کا زیرِالتوا ہونا ہے جس نے پاکستان کی عدلیہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ درج ذیل جدول میں 2013 سے 2015 کے عرصے کے دوران پاکستان کی اعلیٰ اور ماتحت عدلیہ میں زیرِالتوا مقدمات کی تعداد دی گئی ہے:

دلچسپ بات یہ ہے کہ پلڈاٹ کے رائے عامہ کے مطابق سپریم کورٹ کی کارکردگی اور غیر جانبداری کو یقینی بنانے کی حکومتی کارکردگی کی تائیدی درجہ بندی 2015 میں 55 فیصد جبکہ 2014 میں 49 فیصد رہی۔ نے سپریم کورٹ کی کارکردگی کو 2015 میں 56 فیصد سکور دیا۔

پاکستان میں معیارِ جمہوریت کا جائزہ 2015

میڈیا کی کارکردگی

جدول 11: میڈیا کی کارکردگی: تقابلی سکور 2015-2013

	2013	2014	2015
میڈیا کی کارکردگی	**42.5%**	**53.1%**	**50.4**
آپ کی رائے میں میڈیا ملک کے اندر اور باہر کے بااثر انٹرسٹ گروپوں کے اثر سے کس حد تک آزاد ہے؟	42.5%	45.2%	51.6%
آپ کی رائے میں ملکی عوام پرنٹ میڈیا کی جانب سے قومی مسائل کی کوریج کو کس حد تک قابل اعتبار سمجھتی ہے؟	-	60.9%	49.2%

کسی ریاست کی تعمیر میں میڈیا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسے جمہوریت کا چوتھا ستون تصور کیا جاتا ہے۔ 300 سے زائد چھوٹے اور بڑے اردو روزناموں، 23 انگریزی روزناموں، 91 نجی ٹی وی چینلوں اور 138 ریڈیو اسٹیشنوں کے ساتھ میڈیا ملک کے جمہوری ارتقاء میں یقیناً ایک قوت کے طور پر سامنے آیا ہے۔ تاہم حکومت اور میڈیا دونوں اس ارتقاء کے ذمہ دار ہیں۔

2015 کے میڈیا کی کارکردگی کے پیمانے کو 2013 میں 42.5 فیصد جبکہ 2014 میں 53.1 فیصد سکور ملا۔ بااثر مفاد پرست گروہوں سے آزاد ہونے کے لحاظ سے میڈیا نے 2013 میں (42.5 فیصد)، 2014 میں (45.2 فیصد) اور 2015 میں (51.6 فیصد) سکور حاصل کیا۔ تاہم قومی معاملات کی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی کوریج پر ملک کے لوگوں کے میڈیا پر اعتماد میں کافی کمی آئی۔ (2014 کے آخر پر 60.7 فیصد جبکہ 2015 کے آخر پر 49.2 فیصد)

قابل بھروسہ کوریج کو یقینی بنانے کے لیے میڈیا کی ذمہ داری کے سلسلے میں دو واقعات فوری طور پر ذہن میں آتے ہیں جو ملک میں جمہوریت پر منفی طور پر اثر انداز ہوئے ہیں۔

پہلا واقعہ بول نیٹ ورک ایگزیکٹ اسکینڈل تھا۔ یہ اسکینڈل اس وقت سامنے آیا جب بول نیٹ ورک کا ذیلی ادارہ ایگزیکٹ جعلی ڈگریوں کے گھناؤنے کاروبار میں ملوث پایا گیا جس کی وجہ سے پاکستانی میڈیا کو اقوام عالم میں بے عزتی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس اسکینڈل کی وجہ سے میڈیا کی کئی مشہور شخصیات نے بول نیٹ ورک چھوڑ دیا اور پاکستان براڈ کاسٹرز ایسوسی ایشن نے چینل کی ساکھ کو بحال کرنے کے لیے بول نیٹ ورک کے کشمکش کا شکار ملازمین کی امداد کا اعلان کیا۔

دوسرا واقعہ 20 ستمبر 2015 کو پیش آیا جب یک ٹیلی ویژن کی درجہ بندی کرنے والی کمپنی "میڈیا لوجک" نے اعلان کیا کہ ایک نجی ٹی وی چینل "ایکسپریس" اپنے ٹی وی چینلز کی درجہ بندی بڑھانے کے لئے بے ضابطگیوں میں ملوث پایا گیا۔[43] شاید اسی وجہ سے پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے میں الیکٹرانک میڈیا کی شہرت 2014 میں 64 فیصد سے کم ہو کر 2015 میں 54 فیصد رہ گئی۔

پاکستان میڈیا کی راہ میں ایک اور بڑی رکاوٹ، وفاقی حکومت کا بین الاقوامی شہرت یافتہ قانون حق رسائی کا مسودہ منظوری کے لیے ابھی پارلیمنٹ میں پیش نہیں کیا گیا۔ سینیٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے انفارمیشن، براڈ کاسٹنگ اور قومی ورثہ نے 2 جنوری 2014 کو مسودہ قانون کو حتمی شکل دی جس کے بعد اسے پارلیمنٹ میں پیش ہونا تھا۔ اگرچہ 24 اگست 2015 کو منعقد ہونے والے وفاقی کابینہ کے اجلاس کے ایجنڈے میں اس قانون کا مسودہ رکھا گیا تھا۔ تاہم کبھی بھی اس مسئلے کو نہیں اٹھایا گیا۔ بلکہ شفافیت کے منافی اقدام کے طور پر ملک کی سیکیورٹی کے پیش نظر، حکومت نے اس مسودہ قانون پر نظر ثانی کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دے دی۔[44] ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وفاقی حکومت اس مسودہ قانون کو ملک کی سیکیورٹی کے لیے خطرہ سمجھتی ہے۔ اس کی مزید توثیق کے لیے، سینیٹر فرحت اللہ بابر جو مسودہ قانون حق رسائی معلومات کی تیاری میں تھے، نے آگاہ کیا کہ سینیٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے انفارمیشن، براڈ کاسٹنگ اور قومی ورثہ کو وزارت دفاع کی جانب سے ایک خط موصول ہوا جس میں معزز سینیٹروں کو اس مسودہ قانون پر غور وخوض کرنے سے منع کر دیا ہے تاوقتیکہ وہ وزارت سے این او سی حاصل کر لیں۔[45]

سانحہ پشاور کے بعد میڈیا کی کچھ عرصہ کے لیے جانچ پڑتال کی گئی جس میں قومی اسمبلی کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے انفارمیشن، براڈ کاسٹنگ اور ورثہ نے میڈیا کی ذمہ دارانہ کوریج کے راہنما اصول جاری کیے۔ رپورٹ کا عنوان "دہشت گردی سے نمٹنے میں میڈیا کے کردار کو مستحکم کرنے کے لیے تجاویز" تھا۔ جسے پاکستان مسلم لیگ (ن) کی ایم این اے، محترمہ ماروی میمن کی صدارت میں قومی اسمبلی کی اسٹینڈنگ کمیٹی نے تیار کیا۔

پارلیمنٹ میں غور وخوض سے پہلے ہی اس پر اختلاف شروع ہو گیا۔ اس رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ سفارشات کو دو اجلاسوں سے زائد عرصہ میں حتمی شکل دی گئی اور وہ بھی وفاقی وزیر برائے انفارمیشن، براڈ کاسٹنگ اور قومی ورثہ، سینیٹر پرویز رشید کی غیر موجودگی میں ایسا کیا گیا۔

پاکستان میں سوشل میڈیا کے تناظر میں ایک اور توجہ طلب امر مسودہ قانون الیکٹرانک کرائم کی روک تھام 2015 تھا۔ اس بات کی تشویش تھی کہ اس مسودہ قانون میں ایسی دفعات موجود ہیں جن سے خلوت اور آزادی رائے کے حقوق کے تحفظ کو خطرہ لاحق ہے۔ اس کا مثبت پہلو یہ ہے کہ مجوزہ قانون سازی کے تحت پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) کو ویب سائٹس ختم کرنے اور انہیں روکنے کے اختیارات دیئے گئے ہیں۔ زندگی، خلوت اور آزادی رائے اور معلومات تک رسائی کے بنیادی حقوق کی بنیاد پر اس مجوزہ قانون کو آئینی چیلنجز کا سامنا ہوسکتا ہے۔

مسودہ قانون الیکٹرانک کرائمز کی روک تھام کا قومی اسمبلی تک پہنچنے کا عمل انتہائی تشویش ناک ہے۔ کمیٹی کے ذریعے مسودہ قانون کی مخالفت، اتفاق رائے نہ ہونا اور کمیٹی کے اراکین کی اس مسودہ قانون پر زبانی تنقید اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مسودہ قانون منظور ہونے کی شکل میں تیار نہیں ہوا۔ 2015 میں میڈیا کے لوگوں کو پاکستان کے تصادم والے علاقوں مثلاً فاٹا اور بلوچستان میں آزادی سے رپورٹ کرنے تک رسائی حاصل نہ ہوسکی۔ اس لیے آپریشن ضرب عضب سے متعلق تمام اعداد وشمار اور میڈیا رپورٹس ISPR کی جانب سے جاری کی جاتی رہیں۔

پاکستان الیکٹرانک میڈیا اینڈ ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA) کا کل وقتی چیئر مین (جناب ابصار عالم) 11 نومبر 2015 کو تعینات کیا گیا۔[46] سرکاری فنڈ کے استعمال میں شفافیت اور پچھلی حکومت کی جانب سے ایک کالعدم خفیہ فنڈ، جو بظاہر وفاقی وزارت انفارمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ کے ماتحت ہوتا ہے، میں سے فنڈز کی کچھ صحافیوں میں کالعدم تقسیم سے متعلق جناب ابصار عالم اور جناب حامد میر نے سپریم کورٹ میں مشترکہ درخواست دائر کر رکھی ہے۔

پاکستانی میڈیا نے مثبت اقدام کے طور پر، سپریم کورٹ کی ہدایات پر، وفاقی وزارت انفارمیشن، براڈ کاسٹنگ اور ورثہ نے 20 اگست 2015 کو الیکٹرانک میڈیا (پروگرامز اور اشتہارات) کا ضابطہ اخلاق 2015 جاری کیا۔ یہ ضابطہ اخلاق جناب ابصار عالم اور جناب حامد میر کی جانب سے سپریم کورٹ میں دائر کی گئی درخواست کا نتیجہ تھا۔ اس ضابطہ اخلاق کے تحت ٹی وی چینلز جائز تبصرے کے علاوہ ایسا مواد براڈ کاسٹ نہیں کریں گے جس میں عدلیہ یا مسلح افواج پر تنقید کی گئی ہو یا کسی شخص کو ابھارا گیا ہو، کسی مجرم کو مدد فراہم کی گئی ہو، کسی تشدد، جرم یا دہشت گردی کو جائز قرار دیا گیا ہو یا کسی شخص کو بلیک میل یا حراساں کیا گیا ہو۔ اس ضابطہ میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ کالعدم تنظیموں کے پیغامات کو ٹیلی کاسٹ نہیں کیا جائے گا۔ 24 نکاتی ضابطہ اخلاق میں کچھ مسائل ہیں جن پر مزید کام کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ راہنما اصول وسیع نوعیت کے ہیں۔ مثال کے طور پر، ان میں ایسی دفعہ بھی شامل ہے جس کے تحت اسلامی اقدار یا نظریہ پاکستان کے منافی یا بیہودہ مواد ٹیلی کاسٹ کرنے کی ممانعت ہے۔ ماضی میں یہ دیکھا گیا ہے کہ قابل اعتراض اور اختلافی زبان استعمال کی جاتی تھی۔

بہتر یہ تھا کہ پاکستان براڈ کاسٹرز ایسوسی ایشن خود یہ ضابطہ اخلاق مرتب کرتی۔ اب اس کا نفاذ سب سے بڑا چیلنج ہے جس میں پیمرا کو آگے آنا چاہیے۔ قومی اسمبلی کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے انفارمیشن، براڈ کاسٹنگ اور ورثہ نے پہلے ہی الیکٹرانک میڈیا کے ضابطہ اخلاق اور قواعد پر پیمرا کی جانب سے نفاذ میں تاخیر پر عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ اس ادارے کی بے عملی پر اکثر تنقید کی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اتھارٹی نے 8 جنوری 2015 کو اپنی کارکردگی کی سالانہ رپورٹس برائے سال 2010-14 شائع کردیں۔

پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے کے مطابق میڈیا کی آزادی کو یقینی بنانے پر 2015 میں حکومت کی تائیدی درجہ بندی 64 فیصد رہی جو 2014 میں 56 فیصد تھی۔ 2015 میں میڈیا کی اپنی کارکردگی کی تائیدی درجہ بندی 64 فیصد رہی۔

مقامی حکومتوں کا قیام

جدول 12: مقامی حکومتوں کا قیام: تقابلی سکور 2013-2015

	2013	2014	2015
مقامی حکومتوں کا قیام	**16.5%**	**19.3%**	**31.8%**
ملک میں کس حد تک نمائندہ مقامی حکومتیں کام کررہی ہیں؟	16.5%	19.3%	31.8%

مقامی حکومتوں کے قیام کے اس پیمانے کے سکور میں 2013، 2014 اور 2015 میں اضافہ ہوتا رہا جو جائزہ کے عرصہ کے آخر پر 31.8 فیصد تھا۔

اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ مذکورہ عرصہ کے آخر میں مقامی حکومتوں کے انتخابات کے لیے کچھ مثبت اقدامات اٹھائے گئے کیونکہ ملک کی اعلیٰ عدلیہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں پر مقامی حکومتوں کے انتخابات کے لیے مسلسل دباؤ ڈال رہی تھی حالانکہ وفاقی اور صوبائی حکومتیں اس کو طول دینا چاہتی تھیں۔ رائے کے سروے کے مطابق ملک کے 80 فیصد لوگوں کا خیال تھا کہ مقامی حکومتوں کے انتخابات کرنا ضروری تھا۔

بلوچستان پہلا صوبہ تھا جس میں 28 جنوری 2015 کو مقامی حکومتوں کے انتخابات منعقد ہوئے۔

سیاسی تبدیلیوں، سکیورٹی کے خطرات اور قانونی چیلنجز کے باوجود مقامی حکومتوں کے انتخابات منعقد کر کے حکومت نے اختیارات کی منتقلی کا وعدہ پورا کر دیا۔ بلوچستان پہلا صوبہ تھا جس نے 2015 کے آخر تک مقامی حکومتوں کی تشکیل مکمل کر لی۔

اس کے علاوہ، 17 سال کی طویل مایوسی کے بعد 25 اپریل 2015 کو ملک میں کنٹونمنٹ بورڈ کے انتخابات بھی منعقد ہوئے۔[47] خیبر پختونخواہ میں مقامی حکومتوں کے انتخابات 30 مئی اور 30 جولائی 2015 کو منعقد ہوئے اور 30 اکتوبر 2015 کو پنجاب اور سندھ میں پہلے مرحلے کے انتخابات منعقد ہوئے اور دوسرے مرحلے کے انتخابات 13 نومبر جبکہ تیسرے مرحلے کے انتخابات 5 دسمبر 2015 کو منعقد ہوئے۔ اگرچہ ان انتخابات میں بڑی بے ضابطگیاں اور بدانتظامی پائی گئی جس کی ذمہ دار صوبائی حکومتیں اور زیادہ الیکشن کمیشن آف پاکستان تھا۔ اس کے باوجود بلوچستان، خیبر پختونخواہ، سندھ، پنجاب، وفاقی دارالخلافہ کا علاقہ اور کنٹونمنٹ بورڈ کی اپنی اپنی منتخب مقامی حکومتیں وجود میں آ گئی ہیں۔

مقامی حکومتوں کا ادارہ قابل تعریف ہے، پلڈاٹ کے خیال میں مقامی حکومتوں کے قوانین میں بہتری کی ضرورت ہے کیونکہ یہ قوانین مقامی حکومتوں کے کردار کو محدود کرتے ہیں۔ مقامی حکومتوں کو صوبائی حکومتوں کے ماتحت کرتے ہیں اور مقامی حکومتوں کو پوری طرح مالی، سیاسی اور انتظامی اختیارات منتقل نہیں کرتے۔ خاص طور پر صوبائی حکومتوں کا خودمختارانہ صوابدیدی اختیار جس کے تحت وہ مقامی حکومتوں کے نمائندوں کو ہٹا سکتی ہیں اور معائنے اپنی مرضی کے مطابق کرنے کے اختیارات باعث تشویش ہیں۔[48]

سکیورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کا جائزہ

سکیورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کے جائزہ کے پیمانہ 2013 میں 31.3 فیصد تھا جو 2014 میں بڑھ کر 33.9 فیصد ہو گیا۔ تاہم 2015 میں یہ سکور کم ہو کر 29.7 فیصد رہ گیا۔ اس کے برعکس، پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے کے مطابق منتخب حکومت کی جانب سے سکیورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانے کی تائیدی درجہ بندی 2014 میں 45 فیصد تھی جو 2015 میں بڑھ کر 51 فیصد ہو گئی۔ اس کی بظاہر وجہ منتخب حکومت اور فوج کے درمیان تعاون کی بڑھتی ہوئی فضا ہے۔ جیسا کہ ایک روداد "ایک ہی صفحے پر" میں بیان کیا گیا ہے۔

وہ ذیلی پیمانہ جسے 2015 کے تقویمی سال میں سب سے کم سکور دیا گیا، وہ یہ ہے کہ منتخب حکومت نے خفیہ ایجنسیوں کو کتنے موثر طریقے سے کنٹرول کیا (27.2 فیصد)۔ سب سے زیادہ سکور حاصل کرنے والا ذیلی پیمانہ، ملک میں قانون کی کس حد تک حکمرانی رہی، تھا۔ اسے بھی 2015 میں مایوس کن 32.7 فیصد سکور دیا گیا۔

ورلڈ جسٹس پراجیکٹ کی جانب سے شائع کردہ 2015 کے قانون کی حکمرانی کے انڈیکس کے مطابق قانون کی حکمرانی کے لحاظ سے 102 ممالک میں پاکستان 92 نمبر پر ہے۔ اس سلسلے میں خصوصی شعبے شفافیت، امن اور سکیورٹی، بنیادی حقوق پر عملدرآمد میں کمی اور بظاہر غیر فعال عدالتی نظام ہے۔ 2015 کے دوران تشویش ناک سامنے آنے والا رجحان ریکارڈز کی گمشدگی تھی۔ اس سلسلے میں دو مثالیں ذہن میں آتی ہیں۔ پہلی آصف علی زرداری کا SGS اور کوٹیکنا کرپشن کے دونوں مقدمات میں بری ہونا۔ کیونکہ ان دونوں مقدمات کا اصل ریکارڈ گم ہو چکا تھا۔ اصل میں ان مقدمات کا فیصلہ آصف

پاکستان میں معیارِ جمہوریت کا جائزہ 2015

علی زرداری کے حق میں اس لیے ہوا کیونکہ مقدمات کے اصل ریکارڈز عدالت میں پیش نہ کیے جا سکے۔ دوسری مثال جناب سلمان تاثیر کے قتل کے مقدمے کا اصل ریکارڈ اسلام آباد ہائی کورٹ میں اٹارنی جنرل کے دفتر سے پراسرار طور پر غائب ہوگیا۔ اسی طرح نومبر 2015 میں ڈسٹرکٹ جج اسلام آباد نے اپنے اسٹاف کے تین افراد پر دیوانی مقدمہ درج کیا جس کے بعد معلوم ہوا کہ ایک مقدمے کا اصل ریکارڈ کمرہ عدالت سے چرایا گیا تھا۔

تین مقدمات/واقعات پاکستان میں قانون کی حکمرانی اور اس کی خلاف ورزی کے لیے باعث تشویش ہیں۔ یہ درج ذیل ہیں۔

I۔ صدر پاکستان کی حیثیت سے جنرل (ر) پرویز مشرف کا نومبر 2007 میں ملک میں ایمرجنسی نافذ کرنے پر غداری کا مقدمہ۔ یہ مقدمہ ابھی تک زیرالتوا ہے جس کی وجہ نہ صرف عدالتی کارروائیاں ہیں بلکہ جنرل (ر) پرویز مشرف کا عدالتی کارروائیوں کو واضح طور پر نظرانداز کرنا بھی ہے۔ وہ کئی بار خصوصی عدالت کے سامنے پیش نہیں ہوئے۔ دراصل بیماری کی وجوہات کی بنا پر عدالت سامنے پیش نہ ہونے کی وہ ان کے خلاف دیگر مقدمات بھی زیرالتوا ہیں۔ حالانکہ میڈیا کی نظروں سے اوجھل نہ ہو سکے۔

II۔ ایان علی کا مقدمہ جب وہ 14 مارچ 2015 کو مقررہ 10 ہزار ڈالر سے زائد رقم خفیہ طریقے سے بیرون ملک لے جاتے ہوئے گرفتار ہوئی تھی (وہ پانچ لاکھ ڈالر کی رقم بیرون ملک لے جا رہی تھی)۔ ضمانت پر رہا ہونے سے قبل، اس کے عدالتی ریمانڈ میں 16 مرتبہ توسیع کی گئی۔ عدالتی ریمانڈ کے تحت وہ جیل میں اتنے عرصہ تک ذلیل ہوتی رہی۔ حالانکہ اسی نوعیت کے مقدمے میں کوئی اور شخص گرفتار ہوتا تو وہ بہت پہلے ضمانت پر رہا ہو جاتا۔ ایان علی کا اتنی دیر تک جیل میں رہنا قابل افسوس ہے اور یہ چند سنگین سوالات کو جنم دیتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ معاملہ اس وقت مزید پیچیدہ ہو گیا جب اس مقدمے کی تفتیش میں ملوث کسٹم اہلکار 4 جون 2015 کو قتل ہو گیا۔[49]

III۔ جب 18 مارچ 2015 کو سزائے موت سے چند گھنٹے قبل، صولت مرزا کے سزائے موت کے سیل سے جاری ہونے والی "اعترافی ویڈیو" سامنے آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ویڈیو جان بوجھ کر بنائی گئی تھی۔ وفاقی حکومت نے صوبائی حکومت کو صولت مرزا پر لگنے والے الزامات کی تفتیش کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دینے کی ہدایت کی۔ تاہم جیل سیل سے کیسے ویڈیو بنی، کی تفتیش کے لیے بلوچستان کے وزیر داخلہ جناب سرفراز بگٹی کی جانب سے تشکیل کردہ کمیٹی ختم کر دی گئی۔ اس میں ہونے والی پیش رفت نے چند اہم سوالات کو جنم دیا۔ ان سوالات میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ ویڈیو کیسے بنائی گئی؟ حالانکہ پاکستان پرزنرز کوڈ میں سزائے موت کے قیدیوں کے لیے سخت گائیڈ لائنز بیان کی گئی ہیں۔ کس نے ویڈیو بنائی اور جاری کی۔[50]

سینیٹ کی پورے ایوان کی کمیٹی کی رپورٹ اور سینیٹ کی وزیراعظم کی کمیٹی برائے قانونی ریفارمز کا دروازہ کھٹکھٹانے کے علاوہ، پاکستان میں قانون کی حکمرانی کو بہتر بنانے کے لیے حکومت کو دوسرے ذرائع سے بھی سفارشات حاصل کرنا چاہئیں۔ اس کا ایک خاص جز ملک میں پولیسنگ اور پراسیکیوشن کی مایوس کن صورتحال ہے۔ سول پٹیشن نمبر 1282 بابت 2014 جناب حیدر علی و دیگر برخلاف ڈی پی او چکول اور دیگر پر سپریم کورٹ کا تفصیلی فیصلہ اس مسئلے کی تفصیل کے لیے کافی ہے۔ اس فیصلے میں مایوس کن اعداد و شمار کا ذکر ہے۔ مثلاً پنجاب میں 65 فیصد سے زائد مقدمات ثابت نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں سپریم کورٹ نے درج ذیل چند سفارشات تجویز کی ہیں:

i۔ عوام کی جانب سے شکایات کے اندراج کے لیے ایک یونیورسل ایکس نمبر (UAN) اور ویب سائٹ بنائی جائے۔ سپریم کورٹ نے جون 2014 میں تین ماہ کے اندر ویب سائٹ کو فعال کرنے کے احکامات جاری کر دیے۔ تاہم اس سلسلے میں ابھی تک کوئی اقدام نہیں اٹھایا گیا۔

ii۔ غیر سنجیدہ، جھوٹی یا من گھڑت شکایات پر سخت نوٹس لیا جائے۔

iii۔ پولیس افسران کو تربیت دی جائے اور خصوصی تفتیشی افسران اور سہولیات کی فراہمی ممکن بنائی جائے۔

iv۔ پراسیکیوشن اور پولیس کے درمیان تعاون کے لیے گائیڈ لائنز/ایس او پیز جاری کیے جائیں۔

v۔ سرکاری پراسیکیوٹرز کی تربیت اور بہتری کے لیے مناسب فنڈز مختص کیے جائیں۔

vi۔ سماعت میں تاخیر کے لیے جان بوجھ کر مقدمے کو ملتوی کرنے والے وکیلوں کے خلاف مناسب کارروائی کے لیے متعلقہ بار کونسلیں مناسب اقدامات کریں۔

vii۔ پولیس کا بجٹ (ڈسٹرکٹ اور مقامی تھانوں کا کل بجٹ، فرائض، انسانی وسائل کی ایلوکیشن اور اخراجات کی اسٹیٹمنٹ) پولیس پلان اور اس کی سالانہ کارکردگی رپورٹ قومی اور صوبائی ویب سائٹ پر لوگوں کی رسائی کے لیے موجود ہونی چاہیے۔

اس کے علاوہ، پلڈاٹ نے قانون کی حکمرانی پر ایک پارلیمانی کاکس تشکیل دی ہے۔ ملک میں قانون کی حکمرانی کے تناظر میں پولیسنگ کی بہتری کے لیے کاکس نے چند درج ذیل سفارشات پیش کی ہیں:

i۔ **مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898 کی دفعہ 154 میں ترمیم:۔**

سی آر پی سی کی دفعہ 154 میں ترمیم کے ذریعے FIR درج ہونے کے بعد پولیس کی جانب سے کی جانے والی بقیہ کارروائی متعلقہ پولیس افسر /افسران کی جانب سے پیش کردہ ٹھوس وجوہات/ ثبوت کی بنیاد پر ہوگی۔ اس سے مقدمات کی موثر پراسیکیوشن ہوگی۔

ii۔ **ایف آئی آرز سادہ، آن لائن اور کمپیوٹرائزڈ ہوں گی:**

تمام ایف آئی آرز سادہ زبان میں ہوں گی اور آن لائن اور کمپیوٹرائزڈ ہوں گی۔ اور پراسیکیوشن سروس کو شروع سے شامل کرنے کے لئے، ایف آئی آرز اسی وقت پراسیکیوشن سروس کو بھجوائی جائیں گی۔

iii۔ **گواہوں کو منحرف ہونے سے روکنے کے لئے متعلقہ قانون سازی کے ذریعے گواہان کا تحفظ:**

اس کے ذریعے جرائم کی پراسیکیوشن میں بہتری اور انصاف کی فراہمی کے لئے عدالت میں بیانات دینے کے لیے محفوظ اور سیکیور ماحول کو یقینی بنایا جائے گا۔

iv۔ **قانونی امداد کے لیے اتھارٹی کا قیام:**

موجودہ قانونی فریم ورک کے تحت قائم کیے گئے موجودہ فورمز آئین کے مطابق مفت قانونی امداد فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ پبلک ڈیفنڈر سروس کی نگرانی وفاقی اور صوبائی سطح پر قانونی امداد کی فراہمی کے لیے اتھارٹیز کی ضرورت تھی۔

v۔ **آرڈیننس سرکاری وکیل و قانونی امداد کا دفتر 2007 کا نفاذ:**

آرڈیننس سرکاری وکیل و قانونی امداد کا دفتر کی مدت ختم ہو چکی ہے اور اس لیے وفاقی اور صوبائی سطح پر قانون کو نافذ کرنے کی سفارش کی جاتی ہے۔

سیکورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کا جمہوری جائزہ

جدول 13: سیکورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کا جمہوری جائزہ: تقابلی سکور 2015-2013

	2013	2014	2015
سیکورٹی سیکٹر اور قانون کی حکمرانی کا جمہوری جائزہ	**31.3%**	**33.9%**	**29.7%**
ملک میں کس حد تک قانون کی حکمرانی قائم ہے؟	34.4%	34.3%	32.7%
سیکورٹی سیکٹر پر منتخب حکومت کا کس حد تک موثر کنٹرول ہے؟	29.4%	34.8%	29.1%
انٹیلی جنس ایجنسیوں پر منتخب حکومت کا کس قدر موثر کنٹرول ہے؟	30%	32.6%	27.2%

پلڈاٹ کے مطابق 2014 کے آخر میں پی ٹی آئی اور پی اے ٹی کے دھرنے سول ملٹری تعلقات اور پاکستان کی جمہوریت کے لئے شاید اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بعد میں، تاہم، ایک منتخب اور فوج کی کمانڈ کرنے والے رہنما کی روداد "ایک ہی صفحے پر" کو موجودہ حکومت نے کافی اہمیت دی۔ اپیکس کمیٹیاں اور نیشنل ایکشن پلان وغیرہ پر عملدرآمد کی شکل میں حکومت اور فوج کے تعلقات بہتر ہونے کی بناء پر بظاہر ایسا ہوا۔

10 نومبر 2015 کو ISPR کی جانب سے جاری پریس ریلیز میں نیشنل ایکشن پلان پر عملدرآمد کرنے میں مبینہ تاخیر پر منتخب حکومت کو سخت نشانہ بنانے اور 11 نومبر 2015 کو حکومت کی جانب سے سخت جواب سے 2015 کے آخر میں سول ملٹری تعلقات کا شاید درست ادراک ہو سکتا ہے۔

اب یہ بات عام ہو چکی ہے کہ ملک کی سیکورٹی پالیسی کے معاملات میں حکومت اور فوج کے رہنماؤں کے درمیان خلیج پیدا ہو گئی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اختلاف رائے جمہوریت کا حصہ ہے لیکن اداروں میں باہمی تعاون اور ایسے فورم کی ضرورت ہے جہاں یہ معاملات بات چیت کے ذریعے حل ہو سکیں۔ لیکن افسوس کہ فیصلہ سازی اور ایسی مشاورت کے لیے قائم کیا گیا فورم پاکستان کی نیشنل سیکیورٹی کمیٹی ایک سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود اپنا اجلاس منعقد نہیں کر سکی۔ آخری مرتبہ اس کا اجلاس 10 اکتوبر 2014 کو منعقد ہوا۔ اس عرصہ کے دوران سیکیورٹی کے معاملات اور ہمارے ملک کی خارجہ پالیسی کے اہم شعبوں میں فوجی قیادت کا اثر و رسوخ بڑھ گیا۔ اس میں ہر صوبے کی سطح پر نیشنل ایکشن پلان پر عملدرآمد کے لیے چار اپیکس کمیٹیوں کی تشکیل شامل ہے۔ یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ صوبائی کابینہ کی نسبت ان چار پیکس کمیٹیوں کے اجلاس زیادہ منعقد ہوئے ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلہ سازی کے لیے آئینی طور پر مقرر کردہ فورم کی بجائے ایڈ ہاک فورم زیادہ سرگرم عمل ہے۔

اپیکس کمیٹیوں کے اجلاس، خصوصاً سندھ میں، آرمی چیف، نے بیانات جاری کیے جن میں کراچی میں جرائم پر قابو پانے کے لیے سندھ میں تقرریاں اپیکس کمیٹی کے ذریعے کرنے، سندھ پولیس میں سیاسی مداخلت کو ختم کر کے سیاسی مصلحت کو نظر انداز کرنے پر زور دیا گیا۔[51] اندرونی سیکیورٹی کے معاملات میں فوج کی بڑھتی ہوئی مداخلت کے اشاریوں میں فوجی عدالتوں کا قیام، سندھ میں سیکیورٹی قائم رکھنے کے لیے فوج کے افسران کی قیادت میں

تین زونل کمیٹیوں کی تشکیل وغیرہ، شامل ہیں۔ اس کے علاوہ خاص طور پر امریکہ اور افغانستان کے ساتھ خارجہ پالیسی کے لحاظ سے خارجہ پالیسی کے شعبے میں آرمی چیف کی بین الاقوامی شہرت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بیرون ملک سے پاکستان کا دورہ کرنے والی شخصیات آرمی ہیڈ کوارٹرز کا دورہ ضرور کرتی ہیں۔ 2015 میں افغانستان کے صدر نے دو مرتبہ دورہ کیا۔ بیرون ممالک کے دفاعی وزراء آرمی چیف سے ملنے ضرور جاتے ہیں۔ یہ بات واضح نہ ہے کہ کیا فوجی قیادت اختیار پر قابض ہو رہی ہے یا سول حکومت خود دست بردار ہو رہی ہے؟

سول ملٹری اور وفاقی ،صوبائی ٹکراؤ 2015 میں کراچی آپریشن کے دوران سامنے آیا۔ اکتوبر 2013 میں شروع ہونے والا یہ آپریشن 11 مارچ 2015 کو کراچی میں نائن زیرو کے مقام پر واقع متحدہ قومی موومنٹ (MQM) کے دفتر پر پاکستان رینجرز (سندھ) کی جانب سے تلاشی اور سرچ آپریشن کی وجہ سے یہ آپریشن فیصلہ کن مراحل میں داخل ہو گیا۔ کراچی آپریشن کی وجہ سے سول۔ملٹری تعلقات خصوصاً سندھ میں کئی دراڑیں پڑ گئیں۔ کم از کم دو سیاسی پارٹیوں ایم کیو ایم اور پی پی پی کو اس آپریشن کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ 23 نومبر 2015 کو ڈاکٹر فارق ستار کے مطابق پاکستان رینجرز (سندھ) نے مقامی حکومتوں کے انتخابات کے لیے کیمپین کرنے والے ایم کیو ایم کے 77 سے زائد کارکنان گرفتار کیے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ "شاید ایم کیو ایم سے (ہوم) گراؤنڈ چھیننے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔" اس کے علاوہ ایم کیو ایم کے مطابق پاکستان رینجرز (سندھ) نے اب تک تقریباً 253 کارکن "اٹھائے" ہیں جو ابھی تک کمرہ عدالت میں پیش نہیں کیے گئے۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے مطابق 2015 کے دوران کراچی میں پولیس مقابلوں کے دوران کل 486 افراد مارے جا چکے ہیں۔[53]

2015 میں پاکستان رینجرز (سندھ) نے پی پی پی کے رہنما عاصم حسین پر دہشت گردوں کی مالی امداد کرنے کا الزام عائد کیا۔ اس کے علاوہ صولت مرزا (جو پہلے ایم کیو ایم سے منسلک تھا) اور عزیر بلوچ (جو پہلے پی پی پی سے منسلک تھا) کی گرفتاری سے سیاسی قیادت اس آپریشن کے خلاف ہو گئی۔

اس کے نتیجے میں، ایسا دکھائی دیتا تھا کہ فوجی قیادت اور وفاقی حکومت کراچی میں آپریشن کی وجہ سے صوبائی حکومت کے مخالف ہو گئی ہیں۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ کی جانب سے پاکستان رینجرز (سندھ) پر لگائے جانے والے الزام کہ وہ اپنی حدود سے تجاوز کر رہی ہے، کی وجہ سے کئی مواقعوں پر یہ معاملہ اختلافی صورت اختیار کر گیا۔ اور وفاق حکومت کے راہنماؤں، حکومت سندھ اور عسکری قیادت کے درمیان تفریق بڑھ گئی۔

اس کے علاوہ کئی مواقعوں پر، حکومت سندھ اور صوبے کی فوجی قیادت کے درمیان کشمکش پریس کے بیانات کے ذریعے بھی سامنے آئی ہے۔ اس کی مثال 16 مئی 2015 کو ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے لیفٹیننٹ جنرل نوید مختار، کمانڈر 5 کور (کراچی) کی غیر معمولی تقریر تھی۔ منتخب حکومت سندھ پر واضح تنقید سے ظاہر ہوتا ہے کہ سندھ میں رابطوں کے ذرائع اتنے واضح اور عام نہ تھے۔ علاوہ ازیں 11 جون 2015 کو پاکستان رینجرز (سندھ) کی جانب سے جاری کردہ ایک پریس ریلیز میں صوبائی انتظامیہ پر الزام عائد کیا گیا کہ کراچی میں سالانہ کل 230 بلین روپے غیر قانونی طریقے سے وصول کیے جاتے ہیں۔ بیان میں کہا گیا کہ ضلعی حکومت، ضلعی انتظامیہ، تعمیراتی کمپنیاں، اسٹیٹ ایجنٹس اور پولیس اہلکاران اس میں ملوث ہیں۔[54] یہ پریس ریلیز 4 جون 2015 کو وزیر اعلیٰ سندھ کی صدارت میں اپیکس کمیٹی سندھ کے اجلاس میں پاکستان رینجرز (سندھ) کے ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل بلال اکبر کی جانب سے بیان کی جانے والی تفصیل کی بنیاد پر جاری کیا گیا۔

سندھ میں سول۔ملٹری کشمکش کی وجہ شاید پی پی پی کے کو۔چیئرمین اور سابق صدر پاکستان، جناب آصف علی زرداری کی 16 جون 2015 کی جذباتی

تقریر تھی۔ اس سخت تنقید میں انہوں نے فوج کو اپنی حدود میں رہنے کے لیے خبردار کیا جو فوج کو ناگوار گزرا۔ وزیراعظم نے جناب زرداری سے 17 جون 2015 کی پہلے سے طے شدہ ملاقات منسوخ کر دی جو جناب زرداری کو ناگوار گزرا اور دونوں کے درمیان خلیج بڑھ گیا۔

اگرچہ سندھ میں سول۔ملٹری کشمکش بڑھی تاہم بلوچستان میں حالات اس سے مختلف تھے۔ بلوچستان میں امن و استحکام کی صورت حال بہتر کرنے کی حکومت بلوچستان کی کوششوں کی وجہ سے بلوچستان میں فوج اور حکومت کے درمیان تعاون میں اضافہ ہوا۔ اس کی چند مثالیں ذیل ہیں۔

i۔ کوئٹہ میں 6 اگست 2015 کو صوبائی اپیکس کمیٹی بلوچستان کے اجلاس میں وزیراعظم نے ناراض بلوچوں کو دھارے میں واپس لانے کے لیے پرامن بلوچستان کے منصوبے کا اعلان۔

ii۔ ہتھیار پھینکنے اور صوبے میں تشدد کی کارروائیوں کو ختم کرنے پر نوجوانوں کے لیے 25 جون 2015 کو حکومت بلوچستان کی جانب سے معافی کا اعلان۔

iii۔ ناراض بلوچ راہنماء بشمول خان آف قلات اور جناب براہمداغ بگٹی سے مذاکرات کی بڑھتی ہوئی کوشش۔

جہاں تک بلوچستان قوم پرستوں کی بغاوتوں کا تعلق ہے تو یہ اتنی سرگرم نہیں رہیں جتنا پہلے تھیں۔ 31 اگست 2015 کو حکومت بلوچستان کے محکمہ داخلہ کی جانب سے فراہم کی جانے والی تفصیل کے مطابق اس میں مثبت رجحان سامنے آیا ہے۔ حکومت کی جانب سے جمع کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق 2014 میں گولیوں سے چھلنی لاشوں کی تعداد 166 تھی جبکہ جنوری تا جولائی 2015 میں یہ تعداد کم ہو کر 76 رہ گئی۔ اس طرح جنوری تا جولائی 2015 میں اقلیتوں، آبادکاروں اور LEAs کے اہلکاروں پر حملوں کے دوران 143 افراد ہلاک ہوئے جبکہ جنوری تا جولائی 2014 میں یہ تعداد 276 تھی۔

انتخابی عمل اور انصرام

جدول 14: انتخابی عمل اور انصرام: تقابلی سکور 2013-2015

	2013	2014	2015
انتخابی عمل اور انصرام	**57.9%**	**52.1%**	**51.1%**
آئین اور قوانین کس حد تک خودمختار اور موثر الیکشن کمیشن کی ضمانت دیتے ہیں؟	63.8%	64.1%	64%
الیکشن کمیشن آف پاکستان کس حد تک خودمختار ہے؟	58.8%	52.2%	54%
الیکشن کمیشن آف پاکستان کی ساکھ کے بارے میں ملکی عوام میں کس حد تک اعتماد پایا جاتا ہے؟	57.5%	40.5%	42.5%
اپنے احکامات منوانے میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کس حد تک بااختیار، موثر اور اہل ہے؟	51.3%	51.7%	44%

انتخابی عمل اور انصرام کے پیمانے' جسے جمہوری جائزہ گروپ نے 2013 کے اختتام پر 57.9 فیصد اور 2014 کے اختتام پر 52.1 فیصد سکور دیا تھا' کو 2015 کے اختتام پر 51.1 فیصد سکور دیا گیا۔

وہ ذیلی پیمانہ جسے سال 2015 کے لئے سب سے کم سکور ملا وہ ملکی عوام کا الیکشن کمیشن آف پاکستان پر اعتماد رہا (42.5 فیصد)۔ دوسری طرف' جس ذیلی

پیمانے کو سب سے زیادہ سکور ملا وہ ایک خودمختار اور موثر الیکشن کمیشن کے بارے میں آئین اور متعلقہ قوانین کی تصریحات ہیں (68 فیصد)۔

پاکستان کے انتخابی منظرنامے پر ایک مثبت قدم یہ ہے کہ 2013 کے عام انتخابات اور 2015-2013 کے مقامی حکومت کے انتخابات میں ووٹرز کی تعداد میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔ جدول 15 میں عام انتخابات 2008، عام انتخابات 2013 اور مقامی حکومتوں کے انتخابات 2015-2013 میں ووٹروں کی تعداد کا موازنہ پیش کیا جارہا ہے۔

جدول 15: ووٹر ٹرن آؤٹ کا موازنہ

نمبرشمار	انتخابات	ووٹروں کی شرح
1	عام انتخابات 2008	44%
2	عام انتخابات 2013	55%
3	مقامی حکومت کے انتخابات 2015-2013 (بلوچستان)	34%
4	مقامی حکومت کے انتخابات 2015 (خیبر پختونخواہ)	41%
5	مقامی حکومت کے انتخابات 2015 (سندھ)	49%
6	مقامی حکومت کے انتخابات 2015 (پنجاب)	61%
7	مقامی حکومت کے انتخابات 2015 (دارالحکومت اسلام آباد)	50%
8	مقامی حکومت کے انتخابات 2015 (کنٹونمنٹ بورڈز)	33%

اہم بات یہ ہے کہ 2015 میں پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے کے مطابق 59 فیصد رائے دہندگان کا ماننا تھا کہ 2013 کے عام انتخابات ایک حد تک یا مکمل طور سے شفاف اور منصفانہ تھے۔ اس کے مقابلے میں 30 فیصد کی رائے تھی کہ انتخابات ایک حد تک یا پوری طرح دھاندلی زدہ تھے۔ منتخب حکومتوں کے پہلے سال کے اختتام پر کئے جانے والے جمہوری سروے کے مطابق 53 فیصد لوگوں کی رائے تھی کہ 2013 کے عام انتخابات مکمل طور سے کسی حد تک شفاف اور منصفانہ تھے اور 37 فیصد لوگوں کی رائے تھی کہ یہ انتخابات کسی حد تک یا مکمل طور پر دھاندلی زدہ تھے۔

اگرچہ پاکستان کے انتخابی نظام کے لئے یہ تمام اشارے مثبت ہیں، الیکشن کمیشن آف پاکستان کی جانب سے انتخابات کے موثر انصرام کا فقدان، 2015 کے دوران پاکستان میں جمہوریت کے معیار کے لئے ایک بڑا منفی عنصر رہا۔

اگرچہ انکوائری کمیشن 2015 نے 2013 کے عام انتخابات کے دھاندلی زدہ ہونے کے حوالے سے پاکستان تحریک انصاف کے دعووں کی نفی کر دی، تاہم رپورٹ میں 2013 کے عام انتخابات کے انتظامات کے حوالے سے الیکشن کمیشن کے کردار پر کئی سوالات اٹھا دیئے۔ رپورٹ میں الیکشن کمیشن کی جانب سے 2013 کے عام انتخابات کرانے کے حوالے سے کئی اہم خامیوں کی نشاندہی کی گئی جن میں اضافی بیلٹ پیپرز کی چھپائی، خصوصاً پنجاب میں، کے موثر

نظام کی منصوبہ بندی کا فقدان، انتخابات کے دن نتائج کے انصرام کا بندوبست، تربیت کا فقدان، ریٹرننگ اور پریذائیڈنگ افسران پر کام کا اضافی بوجھ اور انتخابی قوانین کی عدم تعمیل شامل ہیں۔

اس طرح، الیکشن ٹریبونل کی جانب سے این اے 122، این اے 125 اور این اے 154 کے فیصلوں سے پتہ چلتا ہے کہ الیکشن کمیشن کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے آئینی اور قانونی اختیارات کو موثر طریقے سے استعمال کرنے کی صلاحیت کا نہ ہونا اور اپنی دستوری اتھارٹی کو منوانے میں ناکامی ہے۔ اگرچہ الیکشن کمیشن نے بہت سے قواعد اور ضوابط بنا رکھے ہیں، جن میں سے زیادہ تر کو قوانین وقواعد کی تائید حاصل ہے، جیسے الیکشن اخراجات کی حد، تاہم الیکشن کمیشن ہمیشہ ان قواعد وضوابط پر سختی سے عملدرآمد کرانے میں ناکام رہا ہے۔

این اے 122 میں ضمنی انتخابات کا معاملہ

اگست 2015 میں عمران خان کی اپیل منظور کرتے ہوئے پنجاب الیکشن ٹریبونل کمیشن کی جانب سے انتخابات کو کالعدم قرار دینے اور دوبارہ پولنگ کے حکم کے بعد این اے 122 کی نشست خالی ہوگئی۔ این اے 122 میں دوبارہ پولنگ کے لئے الیکشن کمیشن کی جانب سے 4 ستمبر 2015 کو ایک ضابطہ اخلاق جاری کیا گیا جس کے مطابق ''کوئی بھی امیدوار قومی اسمبلی کے حلقے کے لئے انتخابی اخراجات کی حد 15,00,000 روپے سے تجاوز نہیں کرے گا''۔

علاوہ ازیں، ہر امیدوار کے لئے ضروری تھا کہ وہ ایک اکاؤنٹ کھلوائے اور اس میں رقم جمع کروائے اور یقینی بنائے کہ تمام اخراجات اس رقم میں سے کئے جائیں۔ کوئی شخص یا سیاسی جماعت کسی سرکاری عمارت یا کسی بھی عوامی مقام پر متعلقہ مقامی حکومت یا اتھارٹی کی جانب سے اجازت اور فیس کی ادائیگی کے بغیر پارٹی کا جھنڈا نہیں لہرائے گی۔

تاہم، علاقے کا دورہ کرنے والے سماجی اور سیاسی حلقوں کے لوگوں نے بے شمار بینرز، پوسٹرز اور ریلیز نیز دیگر اشتہاری مواد کا مظاہرہ کیا۔

این اے 122 کے ضمنی انتخاب کے لئے مقرر ریٹرننگ افسر نے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرنے پر پاکستان مسلم لیگ۔نواز اور پاکستان تحریک انصاف دونوں کے امیدواروں کو نوٹس جاری کئے جس کے جواب میں پارٹی کے عہدیداران نے کہا کہ وہ انتخابی اخراجات کی حد کی پابندی کر رہے ہیں، تاہم، وہ اپنے حمائتیوں کو اخراجات کرنے سے نہیں روک سکتے اور یہ کہ علاقے میں مقامی حکومت کے انتخابات کی مہم بھی جاری تھی جس سے اخراجات میں اضافہ ہوا۔ اس امر کے باوجود کہ ضابطہ اخلاق کی حیثیت ایک حکمنامے کی تھی اور اس کی خلاف ورزی توہین عدالت کے مترادف تھی، الیکشن کمیشن نے اس معاملے پر مزید کوئی تحقیقات نہ کیں اور نہ کوئی کارروائی ہی کی۔ قانون عوامی نمائندگی 1976 کی دفعہ 104 کے مطابق، الیکشن کمیشن، ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی پر انتخاب کو منسوخ کر سکتا تھا۔

اہم بات یہ ہے کہ 30 مئی 2015 کو خیبر پختونخواہ میں ہونے والے مقامی حکومت کے انتخابات میں بھی الیکشن کمیشن کے انتخابی انصرام میں بے قاعدگیاں سامنے آئیں خصوصاً انتخاب والے دن کے انتظامات مشکوک تھے۔ خیبر پختونخواہ کے مقامی حکومت کے انتخابات میں انتظامی نا اہلیاں نظر آئیں اور سیکورٹی کے معاملات بھی کمزور رہے جس کی وجہ سے 11 ہلاکتیں ہوئیں۔ اس کے نتیجے میں پاکستان تحریک انصاف اور الیکشن کمیشن کی جانب

سے ایک دوسرے پر الزام طرازی اور کشمکش دیکھنے میں آئی جس سے وہ عمل گہنا گیا جو بصورت دیگر پاکستان کی جمہوریت کے لئے مثبت پیش رفت ہوتا۔ حتیٰ کہ پنجاب اور سندھ میں مقامی حکومتوں کے انتخابات کے پہلے مرحلے' جو 31 اکتوبر 2015 کو ہوا' میں بہت بدنظمی دیکھنے میں آئی اور انتخابات کے دن سندھ کے ضلع خیر پور میں 11 افراد ہلاک ہوئے اور صورت حال کو سنبھالنے کے لئے فوج کو بلانا پڑا۔

الیکشن کمیشن کی پاکستان تحریک انصاف کے ساتھ بظاہر چپقلش کے علاوہ' زیرغور عرصہ میں الیکشن کمیشن آف پاکستان نے 7 مئی 2015 کو قومی اور صوبائی اسمبلی کے تین حلقوں میں ضمنی انتخابات کے لئے خاموشی سے اپنے قواعد میں تبدیلی کر لی اور اپنے گزشتہ نوٹیفکیشن میں ترمیم کرتے ہوئے ارکان قومی اور صوبائی اسمبلی پر ان حلقوں کا دورہ کرنے اور انتخابی مہم میں حصہ لینے پر پابندی عائد کر دی۔ پاکستان تحریک انصاف کی قیادت' بالخصوص اس کے چیئرمین جناب عمران خان' جو قومی اسمبلی کے رکن بھی ہیں' این اے 122 کی انتخابی مہم میں حصہ لینا چاہتے تھے' لہٰذا 1 اگست 2015 میں ان کی جماعت نے اس ضابطہ اخلاق کو لاہور ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا اور جسٹس عائشہ ملک کی سربراہی میں بنچ نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ تاہم' جسٹس ثاقب نثار کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے ایک بنچ نے 8 ستمبر 2015 کو ہائی کورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا۔

پنجاب اور سندھ میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کی جانب سے مقامی حکومت کے انتخابات کے لئے جاری کردہ ضابطہ اخلاق اور اس حوالے سے سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد اس میں ارکان قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابی مہم میں شرکت کرنے پر ایک بار پھر پابندی شامل کر دی گئی۔ پاکستان تحریک انصاف نے ایک بار پھر اس ضابطہ اخلاق کو لاہور ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا اور جسٹس عائشہ ملک کی سربراہی میں بنچ نے اس دفعہ پورے ضابطہ اخلاق کو کالعدم قرار دے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 30 اکتوبر 2015 کو ہونے والے مقامی حکومت کے انتخابات میں وفاقی وزرا بھی انتخابی مہموں میں حصہ لیتے رہے۔ پلڈاٹ کا ماننا ہے کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان اور مختلف سیاسی جماعتوں میں پیدا ہونے والی اس چپقلش کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے ضابطہ اخلاق وضع کرتے وقت سٹیک ہولڈرز سے مشاورت نہیں کی۔

اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہونی چاہئے کہ پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کی تائیدی درجہ بندی میں خاصی تبدیلی آئی اور یہ پہلے سال کی درجہ بندی 43 فیصد سے کم ہو کر دوسرے سال کے اختتام پر 37 فیصد رہ گئی۔ علاوہ ازیں' 70 فیصد لوگوں کا خیال ہے کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان میں اصلاحات ہونی چاہئیں۔

اگرچہ اصولی طور پر یہ اصلاحات پارلیمان سے آنی چاہئیں تاہم مایوس کن بات یہ ہے کہ 25 جولائی 2015 کو انتخابی اصلاحات کے لئے بننے والی 33 رکنی پارلیمانی کمیٹی' جسے اپنا کام 4 ماہ میں مکمل کرنا تھا' اپنی تشکیل کے ایک سال بعد تک ایسا نہ کر پائی ہے۔

تاہم' 2015 میں ایک مثبت پیش رفت یہ ہوئی کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے متعدد اصلاحات کیں۔ ان میں اینڈرائیڈ فون استعمال کرنے والوں کے لئے GIS میپنگ سسٹم' نیز این اے 19 کے ضمنی انتخاب میں بائیو میٹرک ووٹر تصدیق کا تجربہ شامل ہیں۔ تاہم' آئندہ آنے والے عام انتخابات میں غیر ممالک میں مقیم پاکستانیوں کے لئے ووٹ ڈالنے کی سہولتیں ابھی واضح نہیں ہیں۔

یہ بات بھی مایوس کن ہے کہ انتخابی تنازعات کے موثر حل کا نظام پاکستان کے انتخابی ڈھانچے میں پنپ نہیں سکا ہے۔ مجموعی طور پر 14 انتخابی ٹریبونلز مقرر

کئے گئے (پنجاب میں 5؛ خیبر پختونخواہ، سندھ اور پنجاب میں تین تین) البتہ پنجاب کے ٹریبونلز میں سب سے زیادہ تاخیر دیکھنے میں آئی۔ یہ ٹریبونل 3 جون 2013 کو تشکیل دیئے گئے اور انہیں 120 دنوں میں اپنا کام مکمل کرنا تھا۔ یہ ٹریبونلز، ماتحت عدلیہ کے ریٹائرڈ ججز پر مشتمل تھے جنہیں ایک سال کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور انہیں گریڈ 21 کے سرکاری افسر کی تنخواہ دی جا رہی تھی۔ لیکن پہلی دفعہ ریٹائرڈ ججوں کو ٹریبونل کا سربراہ مقرر کئے جانے سے امید کی جا رہی تھی کہ ان عذرداریوں کا جلد فیصلہ ہو سکے گا کیونکہ ان ججوں کے پاس کوئی دیگر عدالتی کام نہ تھا اور یہ انتخابی عذرداریوں کی روزانہ کی بنیاد پر سماعت کریں گے۔ تاہم، ایسا نہ ہوا اور جون 2014 تک یہ نصف مقدمات کا بھی فیصلہ نہ کر سکے جس کی وجہ سے ان کے میعادِ عہدہ میں 31 دسمبر 2014 تک توسیع کرنا پڑی۔

سیاسی جماعتوں کی کارکردگی

جدول 16: سیاسی جماعتوں کی کارکردگی: تقابلی سکور 2015-2013

	2013	2014	2015
سیاسی جماعتوں کی کارکردگی	**45.4%**	**45.7%**	**44.3%**
آئین کس حد تک ملک بھر میں انجمن سازی کی ضمانت دیتا ہے؟	65.6%	62.1%	62%
ملک بھر میں انجمن سازی پر درحقیقت کس حد تک عملدرآمد ہوتا ہے؟	55%	57.0%	53.6%
سیاسی جماعتیں داخلی طور پر کس قدر جمہوری ہیں؟	35%	28.4%	28.3%
سیاسی جماعتیں کس حد تک غیر اعلانیہ انٹرسٹ گروپوں کے اثر و رسوخ سے آزاد ہیں؟	38.1%	40.9%	38.7%
سیاسی جماعتیں عمومی طور پر کتنی منظم ہیں؟	38.8%	45.7%	41.4%
سیاسی جماعتیں اپنی سرگرمیوں کو سرانجام دینے کے لئے کس حد تک مالی طور پر مستحکم ہیں؟	42.5%	40.6%	41.5%

سیاسی جماعتیں، ایک مستحکم جمہوری نظام کا لازمی جزو ہوتی ہیں اور ان کی داخلی جمہوریت کا استحکام اس جمہوری ثقافت کا ترجمان ہوتا ہے جس کے لئے وہ جدوجہد کرتی ہیں۔ تاہم، 2015 میں پاکستان کی سیاسی جماعتوں کی داخلی جمہوریت سے متعلق زیادہ تر منفی رجحانات دیکھنے میں آئے۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ جمہوری جائزہ گروپ کی جانب سے دیئے گئے سکور کے مطابق، سیاسی جماعتوں کی کارکردگی کے پیمانے کی درجہ بندی جو 2013 کے اختتام پر 45.4 فیصد تھی اور 2014 کے اختتام پر 45.7 فیصد تھی، کم ہو کر 2015 کے اختتام پر 44.3 فیصد رہ گئی۔

اس حوالے سے سب سے کم سکور والا ذیلی پیمانہ سیاسی جماعتوں کی داخلی جمہوریت سے متعلق تھا جسے 2015 کے اختتام پر 28.3 فیصد سکور ملا۔ سب سے زیادہ سکور والا ذیلی پیمانہ یہ تھا کہ دستور ملک بھر میں آزادی اجتماع کی کسی حد تک ضمانت دیتا ہے، جسے 62 فیصد سکور ملا۔

پلڈاٹ کے رائے عامہ کے سروے کے مطابق، سیاسی جماعتوں کی بطور ادارہ تائیدی درجہ بندی میں کمی آئی جو موجودہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے پہلے سال کے اختتام پر 44 فیصد تھی اور دوسرے سال کے اختتام پر 36 فیصد رہ گئی۔

2015 میں پلڈاٹ کی جانب سے کئے گئے ایک علیحدہ جائزے کے مطابق، سیاسی جماعتوں میں مجموعی داخلی جمہوریت 2014 کے 43 فیصد سے کم ہو کر 2015 میں 40 فیصد رہ گئی۔ جیسا کہ مشاہدے میں آیا کہ ملک کی مستحکم سیاسی جماعتیں، جن میں شفاف انتخابی امکانات ہیں (جیسے پاکستان مسلم لیگ۔نواز اور پاکستان پیپلز پارٹی) محض اپنے قائدین کی شخصیات کا پرتو ہیں۔ علاوہ ازیں، سیاسی جماعتوں کی فنڈنگ بھی ابہام کا شکار ہے اور اس حوالے سے قانون کی تعمیل کا جائزہ لینے کی الیکشن کمیشن آف پاکستان کی صلاحیت بھی بہت مشکوک ہے۔

اس حوالے سے ایک منفی پیش رفت پاکستان تحریک انصاف کے منتخب عہدیداران کی جگہ ان نامزد عہدیداران کی تبدیلی ہے جو چیئرمین کی خوشنودی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ پاکستان تحریک انصاف کے انتخابی ٹریبونل کے مطابق، پارٹی کے گزشتہ داخلی انتخابات میں بے ضابطگیوں کے تناظر میں، انٹرا پارٹی انتخابات مارچ 2015 میں ہونا تھے۔ تاہم، ابھی تک چیئرمین کی جانب سے مقرر عبوری سیٹ اپ جاری ہے اور پارٹی انتخابات کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

اس کے علاوہ، چیئرمین عمران خان نے پارٹی میں اپنی حیثیت اور اختیارات کے حوالے سے جو اہم پالیسی بیان دیا وہ بجائے خود پارٹی کی داخلی جمہوریت کے لئے سنگین اثرات رکھتا ہے جس کو جناب عمران خان نے بہت دشواریوں سے تعمیر کیا۔

علاوہ ازیں، گزشتہ پانچ ماہ سے، سابق صدر پاکستان اور پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین، جناب آصف علی زرداری ملک سے غیر حاضر ہیں اور پارٹی معاملات اور مقامی حکومت کے انتخابات کے بارے میں وقتاً فوقتاً دبئی میں اپنی پارٹی قیادت کو طلب کر کے اجلاس منعقد کرتے ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مرکزی سطح پر پاکستان مسلم لیگ۔نواز کے آخری پارٹی انتخابات جولائی 2011 میں منعقد ہوئے تھے۔ پارٹی دستور کے مطابق، پارٹی انتخابات ہر چار سال بعد ہونا ضروری ہیں جس کا مطلب ہے کہ پاکستان مسلم لیگ نواز کے انتخابات جولائی 2015 میں ہو جانا چاہئے تھے۔ تاہم، تازہ پارٹی انتخابات کے بارے میں ابھی تک کوئی اعلان سامنے نہیں آیا ہے۔

افسوسناک امر ہے کہ اس سال ایسی کوئی خاص پیش ہائے رفت نہیں ہوسکیں جن سے پتہ چلے کہ پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں داخلی جمہوریت کے حوالے سے رجحان میں تبدیلی آنے والی ہے۔ کچھ سیاسی جماعتوں، جیسے نیشنل پارٹی اور عوامی نیشنل پارٹی، جن کے پارٹی انتخابات ہو چکے ہیں، کے علاوہ پاکستان کی زیادہ تر بڑی سیاسی جماعتیں ایسی مرکزی قیادت کے اردگرد گھومتی ہیں جس کا پارٹی امور پر کنٹرول ہوتا ہے۔

ایم کیو ایم کی داخلی جمہوریت کو بھی اس عرصہ کے دوران شدید دھچکا پہنچا ہے۔ 23 جولائی 2015 کی رات ایم کیو ایم قائد جناب الطاف حسین نے رابطہ کمیٹی کے ارکان کو طلب کیا اور انہیں فوری طور پر تمام دفاتر، بشمول نائن زیرو ہیڈ کوارٹر، بند کرنے کا حکم دیا۔ ان کے حکم پر عملدرآمد ہوا اور پارٹی کے ارکان عزیز آباد میں ان کی رہائش گاہ کے باہر اکٹھے ہو گئے تاکہ اس فیصلے پر اپنے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ان سے معافی طلب کر سکیں۔ میڈیا رپورٹوں کے

پاکستان میں معیارِ جمہوریت کا جائزہ 2015

مطابق، یہ فیصلہ ان چند انتظامی امور پر قائد کے عدم اطمینان کی وجہ سے کیا گیا جو رابطہ کمیٹی صحیح طریقے سے نمٹا نہیں پا رہی تھی۔ اگلے روز یعنی 24 جولائی 2015 کی علی الصبح، قائد نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور تمام دفاتر دوبارہ کھول دیئے گئے اور ہر شخص اپنے کام پر روانہ ہو گیا۔ یاد رہے کہ لاہور ہائی کورٹ کے ایک حکم پر ملکی مسلح افواج پر غیر ضروری اور ہتک آمیز تنقید کرنے پر جناب الطاف حسین کی تقاریر کی میڈیا کوریج پر پابندی عائد ہے۔

پارٹی کو اس طرح بند کرنے کے صرف تین دن بعد، 26 جولائی 2015 کو پارٹی قائد الطاف حسین نے رابطہ کمیٹی کے ارکان کو برطرف کرنے کے احکامات دیئے جن میں ڈاکٹر فاروق ستار، ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی، سینیٹر نسرین جلیل اور جناب عامر خان شامل ہیں۔[62]

یہ بات بھی اہم ہے کہ پاکستان کی دو بڑی سیاسی جماعتوں، ایم کیو ایم اور پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت، بظاہر گزشتہ چھ ماہ سے معتوب ہے۔ جناب آصف علی زرداری بظاہر خود ساختہ جلاوطنی اختیار کیے ہوئے ہیں اور لاہور ہائی کورٹ کے 6 جون 2015 کے فیصلے کی وجہ سے جناب الطاف حسین کی میڈیا کوریج پر مکمل پابندی جاری ہے۔

دستوری فریم ورک

جدول 17: دستوری فریم ورک: تقابلی سکور 2013-2015

	2013	2014	2015
دستوری فریم ورک	**55.2%**	**57.2%**	**50.7%**
ملکی آئین کس حد تک ایک مستحکم جمہوری نظام کی ضمانت دیتا ہے اور اسے تحفظ فراہم کرتا ہے؟	60%	64.3%	66.3%
آئین کس حد تک شہریوں کی مساوات کی ضمانت دیتا ہے؟	60%	67.4%	58.1%
آئینی احکامات کی کس حد تک صحیح معنوں میں پابندی کی جاتی ہے؟	44.4%	43.2%	35.4%
آئین کس حد تک ملک کے تمام صوبوں اور علاقوں میں مساوی سلوک کا اہتمام کرتا ہے؟	56.3%	58.2%	46.4%
آئین کس قدر موثر انداز سے انفرادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے؟	53.1%	52.6%	47.3%

دستوری فریم ورک کے پیمانے کو 2013 میں 55.2 فیصد، 2014 میں 57.2 فیصد اور 2015 میں 50.7 فیصد سکور ملا۔

2015 کے دوران سب سے کم سکور حاصل کرنے والا ذیلی پیمانہ یہ رہا کہ دستور کی تصریحات کی کتنی پابندی کی جاتی ہے (35.4 فیصد)۔ دوسری طرف سب سے زیادہ سکور حاصل کرنے والا ذیلی پیمانہ یہ رہا کہ ملکی آئین کس حد تک مستحکم جمہوری نظام کی ضمانت دیتا اور تحفظ فراہم کرتا ہے (66.3 فیصد)۔

بدقسمتی کی بات ہے کہ پاکستان کے آئینی فریم ورک سے متعلق سب سے بڑا باعث تشویش امر یہ ہے کہ آزاد جموں و کشمیر، گلگت بلتستان اور فاٹا کو صوبوں کا

درجہ دینے کا معاملہ 2015 میں بھی جوں کا توں رہا۔

یہ معاملہ اس عرصہ کے دوران مزید پیچیدہ ہوگیا ہے۔ فاٹا کے معاملے میں ممکنہ طور پر دو تجاویز زیرِ غور ہیں ان میں فاٹا کو علیحدہ صوبہ بنانا یا اسے خیبر پختونخواہ کا حصہ بنانا شامل ہیں۔ اگرچہ خیبر پختونخواہ کی قیادت نے دوسری تجویز کی شدید مخالفت کی ہے، تاہم ذہن نشین رہے کہ وزیرِ اعظم نے مشیر خارجہ جناب سرتاج عزیز کی سربراہی میں 23 نومبر 2015 کو فاٹا سے متعلق اصلاحات کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دے دی ہے۔ مبینہ طور پر کمیٹی کا اب تک صرف ایک اجلاس ہوا ہے۔ کمیٹی کے اہم رکن گورنر خیبر پختونخواہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو چکے ہیں اور کمیٹی کا آئندہ لائحہ عمل غیر واضح ہے۔

جہاں تک گلگت بلتستان اور آزاد جموں و کشمیر کو صوبوں کا درجہ دینے کا تعلق ہے تو ایسا لگتا ہے کہ آزاد جموں و کشمیر کی سیاسی قیادت وفاقی حکومت کو یہ باور کراتی رہی ہے کہ دونوں علاقوں کو علیحدہ تصور نہ کیا جائے۔ لہٰذا آزاد جموں کشمیر اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کر کے وفاقی حکومت سے کہا ہے کہ گلگت بلتستان کو علیحدہ صوبہ بنانے سے باز رہے۔ آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی سے اس حوالے سے جو اصلاحاتی تجویز سامنے آئی وہ ایک آئینی پیکج ہے جس کا مقصد مقامی طور پر منتخب نمائندوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دینا اور پارلیمان میں ان کی موجودگی کو یقینی بنانا ہے۔

سول سوسائٹی

جدول 18: سول سوسائٹی: تقابلی سکور 2015-2013

	2013	2014	2015
سول سوسائٹی	**46.4%**	**56.7%**	**51.4%**
سول سوسائٹی کس حد تک پاکستان کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کی نمائندگی کرتی ہے؟	51.3%	57.8%	-
سول سوسائٹی کس حد تک ملک کے عوام کے مسائل اجاگر کرتی ہے؟	50.6%	60.4%	55%
پاکستان کی سول سوسائٹی کس قدر موثر ہے؟	43.8%	51.7%	46%
سول سوسائٹی کس حد تک غیر ملکی اور ذاتی مفادات کے اثر سے آزاد ہے؟	-	-	45%
سول سوسائٹی کس حد تک حکومتی اثر سے آزاد ہے؟	-	-	58%

ایک مستحکم سول سوسائٹی کسی بھی فعال جمہوریت کا لازمی جزو ہے۔ اس کی بہترین مثال غالباً بھارت ہے جہاں 2015 میں، مقامی اداکاروں، فنکاروں اور دانشوروں کی جانب سے شروع کی گئی ایک تحریک کے ذریعے بی جے پی کی حکومت پر بھرپور دباؤ ڈالا گیا کہ وہ بھارت میں انتہا پسندی کا اپنا مبینہ ایجنڈا ترک کر دے۔

پاکستان کے لئے مخصوص جمہوری جائزہ فریم ورک برائے 2015 کے لئے تمام پیمانوں میں سے سب سے زیادہ سکور سول سوسائٹی کے پیمانے نے

حاصل کیا جو 51.4 فیصد ہے۔ تاہم، یہ سکور 2014 کے مقابلے میں کم ہے جب اس پیمانے کو 56.7 فیصد سکور ملا تھا۔

اس حوالے سے سب سے زیادہ سکور حاصل کرنے والا ذیلی پیمانہ یہ تھا کہ سول سوسائٹی حکومتی اثر سے کس حد تک آزاد ہے؛ جسے 58 فیصد سکور ملا۔ اس کے برعکس سب سے کم سکور حاصل کرنے والا پیمانہ یہ رہا کہ پاکستان کی سول سوسائٹی غیر ملکی اور ذاتی مفادات کے اثر سے کس حد تک آزاد ہے (جو 45 فیصد رہا)۔

پاکستان کی سول سوسائٹی کو اہمیت عامہ کے معاملات پر کئی طرح کے دباؤ کا سامنا ہے جس کی وجہ سے حکومت کو کئی فیصلے، جو انسانی حقوق کے منافی تھے، واپس لینا پڑے۔

ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

i۔ شفقت حسین 2004 میں 14 سال کی عمر میں گرفتار ہوا اور اس پر انسداد دہشت گردی کی عدالت میں ایک بچے کے اغواء اور قتل کا الزام عائد کیا۔ بعد میں یہ الزام غیر ارادی قتل میں تبدیل کر دیا گیا۔ رائیٹس گروپس اور سول سوسائٹی کے اراکین نے کہا کہ حسین بے گناہ ہے اور اس کا "اعتراف جرم "9 دن کی الیکٹرو کیوشن، جسمانی تشدد وغیرہ کے بعد عمل میں آیا۔ اس کے علاوہ جرم کے وقوعے کے وقت وہ نابالغ تھا۔
اگرچہ شفقت حسین کو آخر کار 14 اگست 2015 کو سزائے موت دے دی گئی، تاہم انسانی حقوق کی مختلف تنظیموں کی جانب سے دباؤ کی وجہ سے اس کی پھانسی تین مرتبہ ملتوی ہوئی۔

ii۔ 17 ستمبر 2012 کو پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) ایک فلم "مسلمانوں کی معصومیت" جس میں اسلام کی توہین کی گئی تھی، اور آخر کار جب یوٹیوب نے ایسا نہ کیا تو (PTA) نے اس پر پابندی لگا دی۔
"بائیٹس فار آل" جو پاکستان کی ایک غیر منافع تنظیم ہے، نے لاہور ہائیکورٹ میں اس پر پابندی کے خلاف آئینی طور پر درخواست دی، جس میں عدالت نے فیصلہ دیا کہ ویب سائٹ پر یہ پابندی قانونی ہے اور پی ٹی اے کو ہدایت جاری کی کہ اس مواد کو ہٹانے کے لیے وہ یوٹیوب سے رابطہ کرے۔ عوام اور مختلف سول سوسائٹی تنظیموں کے دباؤ پر 21 اپریل 2014 کو سینیٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے یوٹیوب پر پابندی ختم کرنے کی قرارداد منظور کی۔ 6 مئی 2014 کو قومی اسمبلی نے اس پابندی کو ختم کرنے کے لیے متفقہ طور پر نان۔ بائنڈنگ قرارداد منظور کی۔ 18 جنوری 2016 کو یوٹیوب سے پابندی ختم ہوگئی اور یوٹیوب نے پاکستان کے لیے مقامی نوعیت کی ویب سائٹ کا آغاز کیا۔

iii۔ 14 مئی 2015 کو لاہور ہائی کورٹ مقامی حکومت کے پنجاب میں انتخابات سے قبل لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو اپنے تمام جاری منصوبے روکنے کا حکم جاری کیا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ سول سوسائٹی کی مختلف تنظیموں بشمول لاہور بچاؤ، نے اس عدالتی فیصلے کا سہارا لیتے ہوئے ہراول دستے کے طور پر ایل ڈی اے کے خلاف باہر نکل آئیں۔

این جی اوز / آئی این جی اوز کے کام کو منضبط کرنے کے لیے وفاقی حکومت مسودہ قانون فارن ایڈ کنٹری بیوشن 2015 کی شکل میں قانونی آپشن پر غور و خوض کر رہی ہے۔ این جی اوز اور آئی این جی اوز کی فنڈنگ کی نگرانی اور انضباط کے لیے مجوزہ نئی قانون سازی متعارف کرائی جا رہی ہے۔ جس سے مدرسوں کی بیرونی امداد کو منضبط کیا جا سکے گا۔ مجوزہ قانون کے ذریعے وفاقی حکومت تینوں کے اکاؤنٹس، کارروائی اور ویزہ سے متعلق معاملات کی نگرانی کر سکے گی۔ تاہم یہ مسودہ قانون ابھی تک قومی یا سینیٹ کی متعلقہ اسٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد نہیں کیا گیا۔ اکتوبر 2015 میں وفاقی وزیر داخلہ نے پاکستان

میں کام کرنے والی آئی این جی اوز کی رجسٹریشن اور کارروائیوں کی نئی پالیسی کا اعلان کیا۔ تمام آئی این جی اوز کو کہا گیا کہ وہ بذریعہ وزارت داخلہ آن لائن رجسٹریشن کے لیے اپلائی کریں، اس کے علاوہ، وفاقی وزیر داخلہ، چودھری نثار علی خان، ایم این اے نے کہا کہ کسی بھی غیر ملکی این جی او کو وزارت داخلہ کی اجازت کے بغیر دیگر تنظیموں کی مالی امداد کی اجازت نہ ہوگی۔

پلڈاٹ کے خیال میں این جی اوز کی کارروائیوں سے متعلق ان کی فنڈنگ کے ذرائع، اس کے مقاصد اور مقدار میں مکمل شفافیت ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ، پرجوش سول سوسائٹی کی کارروائیوں اور قومی سیکیورٹی کے معاملات میں توازن ہونا چاہیے۔ تاہم نگرانی کا عمل خود مختار فیصلوں پر منحصر نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ سیودی چلڈرن (Save The Children) میں ہوا۔ اس کے علاوہ، حکومت کے لیے لائسنس جاری کرنا اور این جی اوز کی کارکردگی کا جائزہ لینا نہ تو مناسب ہے اور نہ ہی ممکن۔ پلڈاٹ کے مطابق این جی اوز تو ایک طرف حکومت کے پاس اپنے اداروں کی کارکردگی کی جانچ کے لیے کوئی مناسب طریقہ کار موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ان تنظیموں کے کریک ڈاؤن کا مقصد صرف یہ ہونا چاہیے کہ آیا یہ قومی سلامتی کے لیے خطرے کا باعث تو نہ ہیں۔

انسانی حقوق

جدول 19: انسانی حقوق: تقابلی سکور 2015-2013

	2013	2014	2015
انسانی حقوق	**36%**	**42.6%**	**37.8%**
حکومت اپنے شہریوں کی آزادی کا تحفظ کرنے میں کتنی موثر ہے؟	29.4%	40.9%	37%
حکومت اس بات کو یقینی بنانے میں کس قدر موثر ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہ ہو؟	28.8%	37.7%	32%
حکومت، مذہبی اور لسانی اقلیتوں کے ساتھ کس حد تک مساوی سلوک روا رکھتی ہے؟	28.1%	35.3%	37%
اگر کبھی انفرادی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو ایسی خلاف ورزی سے تحفظ کے لئے انتظامات کس قدر موثر ہیں؟	40.6%	36.1%	33%
آئین انفرادی (انسانی) حقوق کی کس قدر موثر ضمانت دیتا ہے؟	53.1%	63.2%	50%

ملک میں جمہوریت کی ترقی کے لیے نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس (NCHR) جس کے لیے 2012 میں مطلوبہ قانون سازی منظور ہوئی، آخر کار فعال ہو چکا ہے۔ اس کے کمیشن کے چیئرمین جسٹس (ر) نواز علی چوہان اور اراکین کا نوٹیفکیشن 20 مئی 2015 کو جاری کیا گیا۔

اس کمیشن کو ملک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تفتیش کے وسیع اختیارات دیئے گئے۔[63] تاہم، میڈیا رپورٹس اور سینیٹر فرحت اللہ بابر کے مطابق فنڈز، دفتر میں جگہ اور انسانی وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کمیشن کی کارکردگی متاثر ہوئی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق محکمہ قانون نے اس کمیشن کو بلیو ایریا میں ایک سرکاری عمارت میں ایک ہی کمرہ الاٹ کیا ہوا ہے۔[64]

آپریشن ضرب عضب کے نتیجے میں اندرونی/عارضی طور پر بے گھر ہونے والے افراد کی اتنی بڑی تعداد پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا سب سے بڑا بحران ہے۔ فاٹا ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (FDMA) کے مطابق شمالی وزیرستان میں عسکریت پسندوں کے خلاف فوجی کارروائی کے آغاز سے لے کر اب تک 350,000 افراد بے گھر ہو چکے ہیں۔

اس وقت ان افراد کی بحالی کے لیے صوبائی حکومت نے 350 ملین روپے جاری کر دیئے ہیں۔ علاقے کے تمام ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ ہے۔ اور آئی ڈی پیز کو ٹرانسپورٹ اور تعلیم کی سہولیات مفت فراہم کی جا رہی ہیں۔ تاہم حکومت نے امداد فراہم کرنے والی بین الاقوامی تنظیموں کو اس علاقے میں داخل ہونے پر پابندی عائد کر دی ہے۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ الف: پاکستان کے لئے مخصوص فریم ورک پر مبنی جمہوری سکور کارڈ

ضمیمہ ب: IIDEA فریم ورک پر مبنی جمہوری سکور کارڈ

ضمیمہ ج: جمہوری جائزہ گروپ کے ارکان

پاکستان کیلئے مخصوص فریم ورک پر مبنی جمہوری سکور کارڈ

نمبر شمار	پیمانہ اور جائزے کا ذیلی شعبہ	2013 کے اختتام پر جائزہ گروپ کی جانب سے سکور	2014 کے اختتام پر جائزہ گروپ کی جانب سے سکور	2015 کے اختتام پر جائزہ گروپ کی جانب سے سکور
	ملک میں معیارِ جمہوریت کتنا اچھا ہے؟	54	44.3	50
	سرگرمیاں جمہوری ادارے کتنے موثر ہیں اور جمہوری سرگرمیوں پر کس قدر موثر انداز سے عمل ہوتا ہے؟	44.5	45.2	46.8
1	**پارلیمان اور صوبائی اسمبلیاں**	**44.9**	**44.8**	**45.1**
1a	آپ کی رائے میں عوام کی نمائندگی کے اپنے فرض کی ادائیگی کے حوالے سے قومی اور صوبائی اسمبلیاں کس قدر موثر ہیں؟		45.2	48.4
1b	قومی اور صوبائی اسمبلیاں' ملکی عوام کے مختلف شعبہ ہائے زندگی (مذاہب' صوبوں' لسانیت' معاشی گروپوں وغیرہ) کی کس حد تک نمائندگی کرتی ہیں؟	58.1	45.7	48
1c	قومی اور صوبائی مسائل کو حل کرنے کے لئے قانون سازی کرنے میں قومی اور صوبائی اسمبلیاں کس حد تک موثر ہیں؟	43.1	45.8	48.4
1d	انتظامیہ کی نگرانی کے حوالے سے قومی اور صوبائی اسمبلیاں کس حد تک موثر ہیں؟	36.9	37.3	43.3
1e	ملک/صوبے میں پائے جانے والے مختلف نکتہ ہائے نظر میں اتفاق رائے پیدا کرنے کا فورم فراہم کرنے میں قومی اور صوبائی اسمبلیاں کس قدر موثر ہیں؟	45.6	46.1	42.2
1f	قومی اور صوبائی اسمبلیاں شہریوں کے لئے کس حد تک شفاف اور قابل رسائی ہیں؟	40.6	42.3	46.5
1g	قومی اور صوبائی اسمبلیوں نے کس حد تک انتظامیہ کے اثر سے مبرا کام کیا اور مشترکہ ایجنڈے میں اپنا کردار ادا کیا؟		38.8	39.2
1h	آپ کی رائے میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں حکومت اور حزب اختلاف نے کس حد تک تعمیری تعلق کار برقرار رکھا؟		57.0	44.5

34.9	**38.3**		**وفاقی اور صوبائی حکومتیں / کابینہ**	**2**
29.2	20.0		وفاقی کابینہ کی اجتماعی ذمہ داری کا تصور کس قدر مستحکم ہے؟	2a
39.1	38.3		صوبائی کابینہ ہائے کی اجتماعی ذمہ داری کا تصور کس قدر مستحکم ہے؟	2b
27.2	33.9		آپ کی رائے میں، وزیراعظم نے کس حد تک پارلیمان کے ساتھ ایک گہرا اور تعمیری رشتہ برقرار رکھا ہے؟	2c
44.5	40.9		آپ کی رائے میں، وزرااعلیٰ نے کس حد تک صوبائی اسمبلیوں کے ساتھ ایک گہرا اور تعمیری رشتہ برقرار رکھا ہے؟	2d
42.8	**48.3**	**36.9**	**بیوروکریسی / غیر منتخب انتظامیہ**	**3**
40.4	41.3	35	غیر منتخب انتظامیہ کو کس حد تک قانون، قواعد وضوابط کے مطابق اور جماعتی اثر ورسوخ سے بالاتر ہو کر کام کرنے کی اجازت ہے؟	3a
45.1	51.3	43.3	آئین اور قوانین میں انتظامیہ کی آزادی کی کس حد تک ضمانت دی گئی ہے؟	3b
49.1	**54.9**	**43.5**	**عدلیہ / انصاف تک رسائی**	**4**
60.4	69.6	51.3	عدلیہ کتنی آزاد ہے؟	4a
38.3	46.1	35.6	عدلیہ کس قدر مستعدی سے اور کس قدر سستا انصاف فراہم کرتی ہے؟	4b
48.6	49.1	43.8	عدلیہ کے فیصلوں پر کتنی تیزی سے اور کس حد تک عملدرآمد ہوتا ہے؟	4c
50.4	**53.1**	**42.5**	**میڈیا**	**5**
51.6	45.2	42.5	آپ کی رائے میں میڈیا ملک کے اندر اور باہر کے بااثر انٹرسٹ گروپوں کے اثر سے کس حد تک آزاد ہے؟	5a
49.2	60.9	-	آپ کی رائے میں ملکی عوام، پرنٹ میڈیا کی جانب سے قومی مسائل کی کوریج کو کس حد تک قابل اعتبار سمجھتی ہے؟	5b
31.8	**19.3**	**16.5**	**مقامی حکومت**	**6**
31.8	19.3	16.5	ملک میں کس حد تک نمائندہ مقامی حکومتیں کام کر رہی ہیں؟	6a

ضمیمہ الف

7	**آئینی فریم ورک**	**55.2**	**57.2**	**50.7**
7a	ملکی آئین کس حد تک ایک مستحکم جمہوری نظام کی ضمانت دیتا ہے اور اسے تحفظ فراہم کرتا ہے؟	60	64.3	66.3
7b	آئین کس حد تک شہریوں کی مساوات کی ضمانت دیتا ہے؟	60	67.4	58.1
7c	آئینی احکامات کی کس حد تک صحیح معنوں میں پابندی کی جاتی ہے؟	44.4	43.2	35.4
7d	آئین کس حد تک ملک کے تمام صوبوں اور علاقوں میں مساوی سلوک کا اہتمام کرتا ہے؟	56.3	58.4	46.4
7e	آئین کس قدر موثر انداز سے انفرادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے؟	53.1	52.6	47.3
8	**قانون کی حکمرانی**	**31.3**	**33.9**	**29.7**
8a	ملک میں کس حد تک قانون کی حکمرانی قائم ہے؟	34.4	34.3	32.7
8b	سیکورٹی سیکٹر پر منتخب حکومت کا کس حد تک موثر کنٹرول ہے؟	29.4	34.8	29.1
8c	انٹیلی جنس ایجنسیوں پر منتخب حکومت کا کس قدر موثر کنٹرول ہے؟	30	32.6	27.2
9	**انتخابی عمل اور انصرام**	**53.8**	**53.9**	**51.1**
9a	آئین اور قوانین کس حد تک خودمختار اور موثر الیکشن کمیشن کی ضمانت دیتے ہیں؟	63.8	64.1	64
9b	الیکشن کمیشن آف پاکستان کس حد تک خودمختار ہے؟	58.8	52.2	54
9c	الیکشن کمیشن آف پاکستان کی ساکھ کے بارے میں ملکی عوام میں کس حد تک اعتماد پایا جاتا ہے؟	57.5	40.5	42.5
9d	اپنے احکامات منوانے میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کس حد تک بااختیار، موثر اور اہل ہے؟	51.3	51.7	44
10	**سیاسی جماعتیں**	**45.4**	**45.7**	**44.3**
10a	آئین کس حد تک ملک بھر میں انجمن سازی کی ضمانت دیتا ہے؟	65.6	62.1	62
10b	ملک بھر میں انجمن سازی پر درحقیقت کس حد تک عملدرآمد ہوتا ہے؟	55	57.0	53.6

28.3	28.4	35	سیاسی جماعتیں داخلی طور پر کس قدر جمہوری ہیں؟	10c
38.7	40.9	38.1	سیاسی جماعتیں کس حد تک غیر اعلانیہ انٹرسٹ گروپوں کے اثر ورسوخ سے آزاد ہیں؟	10d
41.4	45.7	36.8	سیاسی جماعتیں عمومی طور پر کتنی منظّم ہیں؟	10e
41.5	40.6	42.5	سیاسی جماعتیں اپنی سرگرمیوں کو سرانجام دینے کے لئے کس حد تک مالی طور پر مستحکم ہیں؟	10f
51	**56.7**	**46.4**	**سول سوسائٹی (لیبر یونین، این جی او گروپ، وغیرہ)**	**11**
-	57.8	51.3	سول سوسائٹی کس حد تک پاکستان کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کی نمائندگی کرتی ہے؟	11a
55	60.4	50.6	سول سوسائٹی کس حد تک ملک کے عوام کے مسائل اجاگر کرتی ہے؟	11b
46	51.7	43.8	پاکستان کی سول سوسائٹی کس قدر موثر ہے؟	11c
45	-	-		11d
58	-	-		11e
37.8	**42.6**	**25.8**	**انسانی حقوق**	**12**
37	40.9	29.4	حکومت اپنے شہریوں کی آزادی کا تحفظ کرنے میں کتنی موثر ہے؟	12a
32	37.7	28.8	حکومت اس بات کو یقینی بنانے میں کس قدر موثر ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہ ہو؟	12b
37	35.3	28.1	حکومت، مذہبی اور لسانی اقلیتوں کے ساتھ کس حد تک مساوی سلوک روا رکھتی ہے؟	12c
33	36.1	40.6	اگر کبھی انفرادی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو ایسی خلاف ورزی سے تحفظ کے لئے انتظامات کس قدر موثر ہیں؟	12d
50	63.2	53.1	آئین انفرادی (انسانی) حقوق کی کس قدر موثر ضمانت دیتا ہے؟	12e

IIDEA پر مبنی جمہوری سکور کارڈ

نمبر شمار	جائزہ کے قواعد اور ذیلی شعبہ جات	فیصد سکور 2015	فیصد سکور 2014	فیصد سکور 2013	فیصد سکور 2012	فیصد سکور 2011	فیصد سکور 2010	2008 سے پہلے کا فیصد سکور
1	شہریت، قانون اور حقوق	**42.5**	**43**	**55**	**45**	**49**	**46**	**42**
1.1	قومیت اور شہریت	**53**	**50.5**	**67**	**55**	**59**	**54**	**42**
	بنیادی سوال۔کیا بلاامتیاز عام شہریت سے متعلق کوئی سرکاری سمجھوتہ موجود ہے؟							
1.1.1	ملک میں رہنے والوں کی شہریت اور سیاست میں شمولیت کس حد تک موثر ہے؟	47	42	46	49	57	51	43
1.1.2	ثقافتی تقسیم کو کس حد تک تسلیم کیا جاتا ہے اور کس حد تک اقلیتیں اور سماجی گروپس کو تحفظ حاصل ہے؟	41	41	42	39	41	40	43
1.1.3	ریاستی حد بندیوں اور آئینی اصلاحات پر کس حد تک مفاہمت پائی جاتی ہے؟	57	60	61	69	67	61	55
1.1.4	معاشرے کے بڑے مسائل اور تنازوں پہ مفاہمت کیلئے آئینی اور سیاسی اقدامات کس حد تک موثر ہیں؟	52	50.5	47	51	59	56	41
1.1.5	آئین میں ترمیم کا طریقہ کار قدر غیر جانبدار اور موثر ہے؟	59	58	58	71	72	62	41
1.1.6	حکومت پناہ حاصل کرنے والوں اور مہاجروں سے سلوک میں کس حد تک اپنی بین الاقوامی ذمہ داریاں پوری کرتی ہے اور حکومت کی امیگریشن پالیسی کس قدر بلاامتیاز ہے؟	59	52	57	59	61	58	54
1.2	قانون کی حکمرانی اور انصاف تک رسائی	**39**	**41**	**51**	**44**	**47**	**43**	**35**
	بنیادی سوال: کیا معاشرہ اور ریاست کسی قانون کے ماتحت ہیں؟							

1.2.1	ملک بھر میں قانون کی حکمرانی کس حد تک موثر ہے؟	37	36	39	36	43	33	33
1.2.2	عوامی نمائندے فرائض کی ادائیگی میں کس حد تک قانون کی پاسداری کرتے ہیں اور قوانین کتنے شفاف ہیں؟	41	37	41	36	40	39	39
1.2.3	عدلیہ اور عدالتیں انتظامیہ اور دیگر دباؤ سے کس قدر آزاد ہیں؟	55	59	57	70	67	60	33
1.2.4	شہریوں کو کسی بدانتظامی کے خلاف انصاف کے عمل تک رسائی اور مسائل کے حل کے مواقع کس حد تک حاصل ہیں؟	33	39	37	40	45	43	35
1.2.5	فوجداری اور تعزیرات کے نظام میں مساوات اور غیر جانبداری کی کس حد تک پاسداری کی جاتی ہے؟	37	38	41	42	41	40	38
1.2.6	عوام کا منصفانہ اور موثر انصاف کے حصول کیلئے قانونی نظام پر کس حد تک اعتماد ہے؟	31	38	39	40	47	40	35
1.3	**شہری اور سیاسی حقوق**	**42**	**42**	**57**	**44**	**49**	**47**	**46**
	بنیادی سوال: کیا سب کو شہری اور سیاسی حقوق مساوی طور پر حاصل ہیں؟							
1.3.1	لوگ جسمانی تشدد یا جسمانی تشدد ہونے کے خوف سے کس حد تک محفوظ ہیں؟	36	35	39	39	41	34	39
1.3.2	نقل و حرکت، اظہار رائے، وابستگی اور تنظیم سازی کی آزادی کس حد تک مساوی اور موثر ہے؟	46	52	53	52	59	56	47
1.3.3	شہریوں کو اپنے مذہب، زبان اور ثقافت کے اظہار کی آزادی کس حد تک حاصل ہے؟	41	40	47	45	47	48	54
1.3.4	انسانی حقوق کیلئے کام کرنے والے افراد اور گروہ خوف زدہ کئے جانے سے کس حد تک محفوظ ہیں؟	44	40	43	44	50	48	44
1.4	**معاشی اور سماجی حقوق**	**36**	**38**	**47**	**38**	**40**	**40**	**40**

	بنیادی سوال: تمام افراد کو کیا مساوی طور پر معاشی اور سماجی حقوق حاصل ہیں؟							
1.4.1	تمام شہریوں کو روزگار تک رسائی یا سماجی تحفظ کس حد تک حاصل ہے؟	36	32	38	35	37	39	39
1.4.2	مناسب غذا، رہائش اور صاف پانی کی سہولیات سمیت بنیادی ضروریات زندگی تک رسائی کس حد تک موثر ہے؟	29	33	35	31	35	31	39
1.4.3	عوام کو زندگی کے ہر مرحلے پر کس حد تک صحت کی سہولیات میسر ہیں؟	27	31	34	29	32	33	34
1.4.4	شہریوں کیلئے تعلیم کے حصول کا حق اور شہریوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کی تعلیم کس حد تک موثر ہے؟	31	39	38	35	40	41	40
1.4.5	مزدور اور دوسری مزدور تنظیمیں خود کو منظّم اور ورکروں کے مفاد کے تحفظ میں کس حد تک آزاد ہیں؟	46	46	47	46	48	49	38
1.4.6	کارپوریٹ گورنس کے قوانین کتنے موثر اور شفاف ہیں اور کارپوریشنوں کی عوامی مفاد میں جوابدہی کس حد تک موثر ہے؟	45	44	49	49	50	48	44
2	**نمائندہ اور جوابدہ حکومت**	**41.3**	**42**	**57**	**45**	**47**	**43**	**38**
2.1	**آزاد اور منصفانہ انتخابات**	**51**	**50**	**50**	**58**	**58**	**50**	**43**
	بنیادی سوال: کیا انتخابات سے عوام حکومت اور پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کا اختیار رکھتے ہیں؟							
2.1.1	عوامی اور قانونی عہدوں پر تقرریاں انتخابات کے ذریعے کس حد تک ہوتی ہیں نیز انتخابات حکومتی جماعتوں اور افراد کی تبدیلی کیلئے کس حد تک اثر انداز ہوتے ہیں؟	54	56	55	58	54	51	39

2.1.2	شہریوں کی ووٹ بنوانے اور ڈالنے کے نظام میں شمولیت اور رسائی کس حد تک ہے اور نظام حکومت اور پارٹی کنٹرول سے کتنا آزاد ہے؟	51	53	54	61	61	53	50
2.1.3	امیدواروں اور جماعتوں کی رجسٹریشن کا طریقہ کار کتنا منصفانہ اور میڈیا اور دوسرے ذرائع سے وہ ووٹروں سے رابطہ رکھنے کیلئے کس قدر آزاد ہیں؟	61	63	61	71	67	53	53
2.1.4	انتخابی اور سیاسی نظام ووٹر کو اپنی مرضی کے امیدوار کو منتخب کرنے میں کتنا موثر ہے۔ ووٹوں کی مساوی گنتی، انتظامیہ کی تشکیل اور پارلیمنٹ میں پسندیدہ امیدوار منتخب کرانے میں یہ نظام کس حد تک موثر ہیں؟	54	53	52	54	55	51	40
2.1.5	قانون ساز ادارہ کس حد تک ووٹروں کا سماجی لحاظ سے نمائندہ ہے؟	42	38	39	47	50	42	35
2.1.6	ووٹ ڈالنے کی شرح کیا ہے اور ملک کے اندر اور باہر کس حد تک سیاسی قوتیں ان انتخابات کے نتائج کو تسلیم کرتی ہیں؟	43	35	41	54	53	50	40
2.2	**سیاسی جماعتوں کا جمہوری کردار**	**47**	**47**	**67**	**52**	**52**	**51**	**41**
	بنیادی سوال: کیا جماعتی نظام جمہوریت کے قابل عمل ہونے میں معاون ہے؟							
2.2.1	جماعتیں رکنیت سازی اور عہدوں پر انتخاب کیلئے مہم چلانے میں عوام سے رابطہ کرنے میں کس حد تک آزاد ہیں؟	63	58	59	71	66	63	47
2.2.2	جماعتوں کو اقتدار میں آنے اور تسلسل برقرار رکھنے میں پارٹی نظام کتنا موثر ہے؟	49	52	53	56	56	56	45
2.2.3	رکنیت سازی میں جماعتیں کس حد تک موثر ہیں اور ارکان پارٹی پالیسی اور امیدوار کے انتخاب میں کس قدر اثر انداز ہو سکتے ہیں؟	34	37	38	40	40	59	36

2.2.4	جماعتوں کا مالیاتی نظام مخصوص مفادات رکھنے والوں سے بچانے میں کس حد تک موثر ہے؟	36	36	41	40	40	39	38
2.2.5	جماعتوں کو مذہبی اور لسانی بندشوں سے کس حد تک آزادی حاصل ہے؟	49	50	51	51	54	56	41
2.3	**موثر اور جوابدہ حکومت**	**38**	**38**	**53**	**40**	**39**	**38**	**39**
	بنیادی سوال: کیا حکومت عوام کی کدمت کرنے اور ان کے خدشات پر جوابدہ ہے؟							
2.3.1	حکومت عوام کی زندگی کے تحفظ سے تعلق رکھنے والے امور پر اثر انداز ہونے یا ان کو کنٹرول کرنے اور اس حوالے سے کس قدر باخبر، منظّم اور وسائل رکھتی ہے؟	39	38	44	47	41	36	40
2.3.2	منتخب لیڈروں اور وزیروں کا اپنے انتظامی عملہ اور دوسرے انتظامی اداروں پر کنٹرول کس حد تک موثر اور سکروٹنی کیلئے آزاد ہے؟	41	42	48	45	46	44	41
2.3.3	حکومتی پالیسیوں پر عوام سے مشاورت کا طریقہ کار کتنا منظّم اور آزاد ہے، متعلقہ افراد کی حکومت تک رسائی کس حد تک ہے؟	40	36	38	40	44	39	36
2.3.4	سرکاری سہولتوں تک عوام کی کس حد تک رسائی ہے اور یہ کتنی مصدقہ ہے خدمات کی فراہمی کے حوالے سے صارفین سے مشاورتی عمل کتنا منظّم ہے؟	33	34	34	33	35	34	39
2.3.5	آئین یا دوسرے قوانین کے تحت شہریوں کو سرکاری معلومات تک کتنی جامع رسائی حاصل ہے؟	40	45	42	45	40	43	39
2.3.6	عوام معاشرتی مسائل حل کرنے کی حکومتی صلاحیت پر کتنا اعتماد رکھتے ہیں اور کس حد تک اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں؟	32	30	34	30	29	31	38
2.4	**پارلیمنٹ کا جمہوری طور پر موثر ہونا**	**47**	**47**	**63**	**52**	**52**	**50**	**40**

	بنیادی سوال: کیا پارلیمنٹ یا قانون ساز ادارہ جمہوری عمل میں موثر طور پر شریک ہوتا ہے؟							
2.4.1	پارلیمنٹ یا قانون ساز ادارہ انتظامیہ سے جبکہ ارکان اپنی رائے کے اظہار میں کس حد تک آزاد ہیں؟	51	46	54	59	53	54	38
2.4.2	قانون ساز ادارہ قوانین بنانے، ترمیم یا بدلنے کا اختیار کس حد تک موثر ہے	54	57	58	58	60	61	41
2.4.3	قانون ساز ادارہ قوانین بنانے، ترمیم یا بدلنے کا اختیار کس حد تک موثر ہے	43	39	46	47	46	44	38
2.4.4	سرکاری اخراجات اور ٹیکسوں کی نگرانی اور منظوری کا طریقہ کار کتنا موثر ہے؟	35	38	42	38	39	38	39
2.4.5	تمام جماعتیں اور گروپ پارلیمنٹ یا قانون ساز ادارے کے اندر خود کو منظّم کرنے اور موثر شرکت میں کس حد تک آزاد ہیں؟	57	56	53	55	57	56	38
2.4.6	پارلیمنٹ یا قانون ساز ادارہ امور کی انجام دہی میں عوام یا دوسرے گروہوں سے مشاورت کے طریقہ کار میں کس قدر وسعت رکھتا ہے؟	38	42	46	39	47	42	37
2.4.7	نمائندوں کی اپنے حلقوں میں کس حد تک رسائی ہے؟	51	57	58	58	61	60	47
2.4.8	پارلیمنٹ یا قانون ساز ادارہ عوامی تشویش کے مسائل پر مباحثہ کیلئے کس حد تک ایک موثر فورم ہے؟	47	41	47	58	55	48	40
2.5	**فوج اور پولیس پر سویلین کنٹرول**	**36**	**38**	**47**	**39**	**42**	**35**	**32**
	بنیادی سوال: کیا فوج اور پولیس فورس سویلین کنٹرول میں ہے؟							
2.5.1	مسلح افواج پر سویلین کنٹرول کتنا موثر ہے اور سیاست میں فوجی مداخلت کس حد تک ہے	30	32	34	39	35	26	25

2.5.2	پولیس اور سکیورٹی ادارے اپنے فرائض کی انجام دہی میں عوام کو کتنا جوابدہ ہیں	34	35	37	40	37	33	29
2.5.3	کیا فوج، پولیس اور سکیورٹی سروسز میں معاشرے کے تمام طبقوں کی مناسب نمائندگی ہے؟	46	50	51	49	56	51	41
2.5.4	ملک نیم فوجی یونٹوں، پرائیویٹ آرمی، جنگجو سرداروں یا جرائم مافیا کی سرگرمیوں سے کتنا محفوظ ہے؟	32	34	36	28	36	33	36
2.6	**دیانتدارانہ عوامی رہن سہن**	**29**	**34**	**43**	**31**	**33**	**34**	**32**
	بنیادی سوال: کیا عوامی رہن سہن میں دیانتداری پائی جاتی ہے؟							
2.6.1	سرکاری/عوامی عہدیدار کے ذاتی، کاروباری اور گھریلو مفادات اس کے عہدے سے کس حد تک الگ ہیں؟	32	30	28	31	31	36	32
2.6.2	عوام اور عوامی نمائندوں کو رشوت لینے سے روکنے کے قوانین کس حد تک موثر ہیں؟	28	32	34	29	32	33	31
2.6.3	امیدواروں یا منتخب نمائندوں کے انتخابی اخراجات کو کنٹرول کرنے اور انہیں سرمایہ خرچ کرنے والوں کے اثرورسوخ سے بچانے کے قوانین کس حد تک موثر ہیں؟	30	36	37	35	36	36	33
2.6.4	بااثر اداروں اور مفاد پرستوں کی طرف سے سرکاری امور پر اثرات کو کس حد تک کنٹرول کیا جاسکتا ہے نیز تارکین وطن سے متعلق پالیسی سمیت تمام امور کس حد تک بدعنوانی سے پاک ہیں؟	30	41	40	35	39	37	35
2.6.5	عوام کو عوامی عہدیداروں اور ان کی خدمات کی شفافیت پر کتنا اعتماد ہے؟	24	29	29	26	27	28	30
3	**سول سوسائٹی اور عوامی شمولیت**	**43.3**	**47**	**55**	**48**	**53**	**53**	**43**
3.1	**ایک جمہوری معاشرے میں میڈیا**	**45**	**47**	**58**	**55**	**56**	**58**	**47**

	بنیادی سوال: کیا میڈیا جمہوری اقدار کے تسلسل کیلئے کردار ادا کرتا ہے؟							
3.1.1	میڈیا حکومتی اثر سے کس حد تک آزاد اور معاشرے کے تمام طبقہ فکر کا کس حد تک نمائندہ ہے نیز وہ غیر ملکی حکومتوں اور بین الاقوامی کمپنیوں کے اثر سے کس حد تک محفوظ ہیں؟	49	53	51	63	56	56	53
3.1.2	میڈیا عوام کا کس حد تک نمائندہ ہے اور معاشرے کے مختلف طبقات تک اس کی رسائی کتنی ہے؟	46	49	54	65	62	67	52
3.1.3	سرکاری اور باثر اداروں کی تحقیقات میں میڈیا اور دوسرے اداروں کا کردار کس قدر موثر ہے؟	45	54	56	63	62	62	51
3.1.4	صحافی حراساں، مداخلت اور پابندی لگنے سے متعلق قوانین سے کس حد تک محفوظ ہیں؟	49	40	45	43	51	48	46
3.1.5	عام شہری میڈیا کی طرف سے مداخلت اور حراساں ہونے سے کس حد تک محفوظ ہیں؟	36	37	34	40	49	52	40
3.2	**سیاسی شمولیت**	**47**	**50**	**57**	**49**	**55**	**52**	**43**
	بنیادی سوال: کیا عوامی رہن سہن میں شہریوں کی بھرپور شرکت ہوتی ہے؟							
3.2.1	رضا کارانہ تنظیموں، شہریوں، سماجی تحریکوں وغیرہ کتنی وسعت رکھتی ہیں اور وہ حکومتی اثر و رسوخ سے کس حد تک آزاد ہیں؟	53	52	54	60	65	63	48
3.2.2	رضا کارانہ انجمنوں، تنظیموں اور دوسری عوامی رضا کارانہ سرگرمیوں میں شہریوں کا کس حد تک موثر کردار ہے؟	50	50	52	53	56	53	45
3.2.3	خواتین کی ہر سطح پر سیاست میں شمولیت اور عوامی عہدوں پر نمائندگی کس حد تک ہے؟	43	48	46	44	54	49	45
3.2.4	عوامی عہدوں تک تمام سماجی گروہوں کو کتنی مساوی نمائندگی حاصل ہے؟	42	36	40	39	43	42	39

ضمیمہ ب

3.3	**اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی (مرکزیت کا خاتمہ)**	**38**	**41**	**50**	**40**	**44**	**47**	**40**
	بنیادی سوال: کیا عوام سے متعلقہ فیصلے حکومتی سطح پر کیئے جاتے ہیں؟							
3.3.1	وفاق کے ریاستی ستون اپنے امور کی انجام دہی میں کس قدر آزاد، بااختیار اور وسائل رکھتے ہیں؟	41	43	45	43	48	53	43
3.3.2	حکومت کے ذیلی ادارے آزادانہ انتخابات کرانے اور جوابدہی کا موثر نظام بنانے میں کس حد تک آزاد ہیں؟	38	40	42	43	46	48	40
3.3.3	حکومت پالیسیوں کی تیاری اور خدمات کی فراہمی میں کس حد تک مقامی سطح پر متعلقہ اتحادیوں انجمنوں اور برادریوں سے تعاون کرتی ہے؟	33	40	39	35	37	41	38
4	**ریاست سے باہر جمہوریت**	**48.**	**43**	**50**	**47**	**51**	**43**	**37**
4.1	**ملکی جمہوریت پر بیرونی اثرات**	**47**	**40**	**42**	**43**	**49**	**40**	**34**
	بنیادی سوال: کیا ملکی جمہوریت پر بیرونی اثرات وسیع تر قومی مفاد میں ہیں؟							
4.1.1	ملک ان اثرات سے کتنا محفوظ ہے جن سے قومی مفاد اور جمہوری عمل کو نقصان کا اندیشہ ہو؟	44	37	41	42	52	35	32
4.1.2	حکومت کا دوطرفہ، علاقائی اور بین الاقوامی تنظیموں کے فیصلہ سازی کے امور پر اثرورسوخ کس حد تک مساوی ہے؟	50	45	43	47	57	41	39
4.1.3	حکومت بین الاقوامی تنظیموں کی پارلیمانی نگرانی اور عام بحث کے تناظر میں ان سے مذاکرات اور معاہدے کرنے میں کس حد تک موثر ہے؟	48	37	38	41	39	32	32
4.2	**ملکی جمہوریت کے بیرونی دُنیا پر اثرات**	**50**	**44**	**59**	**50**	**53**	**45**	**40**

ضمیمہ ب

	بنیادی سوال: کیا ملکی بین الاقوامی پالیسیاں عالمی جمہوریت کو مضبوط کرنے میں کارگر ہیں؟							
4.2.1	حکومت بیرون ملک میں جمہوریت اور انسانی حقوق کے تحفظ اور حمایت میں کس حد تک کاربند ہے؟	39	38	40	50	51	42	38
4.2.2	حکومت کا اقوام متحدہ اور بین الاقوامی تعاون کی ایجنسیوں کے ساتھ اشتراک کیسا ہے اور وہ بین الاقوامی طور پر قانون کا کس حد تک احترام کرتی ہے؟	51	53	56	66	65	54	50
4.2.3	حکومت بین الاقوامی ترقی میں کس حد تک اپنا کردار ادا کر رہی ہے؟	51	47.5	50	49	58	48	39
4.2.4	حکومتی بین الاقوامی پالیسی کس حد تک موثر پارلیمانی نگرانی اور عوامی اثر کے تابع ہے؟	39	38.5	41	36	39	34	31
	مجموعی سکور	**43.1**	**42**	**54**	**46**	**49**	**45**	**40**

ضمیمہ

جمہوری جائزہ گروپ کے ارکان

جمہوری جائزہ گروپ کے ارکان کی فہرست

(نمبر شمار 1 تا 16 پر ارکان کے نام ان کے آخری نام کے انگریزی حروف تہجی کی ترتیب سے دیئے گئے ہیں)

نمبر شمار	
1	جناب عمر خان آفریدی۔ سابق نگران وزیر، سابق چیف سیکرٹری NWFP
2	جناب افتخار احمد۔ سینئر صحافی
3	ڈاکٹر ہما بقائی، چیئرپرسن شعبہ سماجی علوم، انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن (IBA)
4	سینیٹر حاصل خان بزنجو۔ صدر، نیشنل پارٹی
5	جسٹس (ریٹائرڈ) منظور گیلانی۔ سابق چیف جسٹس، آزاد جموں و کشمیر
6	لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) معین الدین حیدر۔ سابق گورنر سندھ، سابق وفاقی وزیر داخلہ
7	جناب شاہد حامد۔ سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، سابق گورنر پنجاب، سابق نگران وفاقی وزیر
8	ڈاکٹر پرویز حسن۔ سینئر ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ
9	جناب جاوید جبار۔ سابق سینیٹر، وفاقی وزیر برائے اطلاعات و ترقی ذرائع ابلاغ
10	جناب وزیر احمد جوگیزئی۔ سابق ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی
11	جناب ریاض کھوکھر۔ سابق سیکرٹری خارجہ
12	جناب فیصل کریم کنڈی۔ سابق ڈپٹی سپیکر، قومی اسمبلی
13	جناب مجیب الرحمٰن شامی۔ ایڈیٹر انچیف، روزنامہ پاکستان
14	جناب الٰہی بخش سومرو۔ سابق سپیکر، قومی اسمبلی
15	جناب غازی صلاح الدین۔ سینئر تجزیہ کار
16	جناب اشرف جہانگیر قاضی۔ سابق سفیر
17	جناب احمد بلال محبوب۔ صدر، پلڈاٹ
18	محترمہ آسیہ ریاض۔ جوائنٹ ڈائریکٹر، پلڈاٹ

حوالہ جات

حوالہ جات

1۔ حاضری کا ریکارڈ صوبائی اسمبلی پنجاب کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

http://www.pap.gov.pk/ext/attendance.php

2۔ مکمل متن کے لئے سینیٹ سیکرٹریٹ کی جاری کردہ 16 اپریل 2015 کی فہرست کارروائی ملاحظہ فرمائیے:

http://senate.gov.pk/uploads/documents/1429159110_528.htm

3۔ پبلک پٹیشن پورٹل کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.asianparliament.org.pk/Petitions/index.php

4۔ تفصیلات کے لئے "Complying with Murree Accord: 12-Ministers Take Oath in Balochistan" ملاحظہ فرمائیے:

http://www.dawn.com/news/1232489

5۔ مکمل رپورٹ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://senate.gov.pk/uploads/documents/whole/cw1-2015.pdf

6۔ تفصیلات کے لئے "PM Legal and Judicial Reforms Committee Chairman Submits Recommendations" ملاحظہ فرمائیے:

Pakistan Observer, August 05, 2015, as accessed on January 29, 2016 at:

http://pakobserver.net/detailnews.asp?id=269790

7۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

"Appointment of Absar Alam as PEMRA Chairman notified", Daily Times, November 12, 2015, as accessed on January 29, 2016 at:

http://www.dailytimes.com.pk/national/12-Nov-2015/appointment-of-absar-alam-as-pemra-chairman-notified

8۔ آئین کا آرٹیکل (3)154

9۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

"Customs official shot dead by unknown assailants ", Dawn, June 04, 2015, as accessed on January 22, 2016 at: http://www.dawn.com/news/1186107

10۔ تفصیلات کے لئے پلڈاٹ کا جون 2015 میں شائع ہونے والا مانیٹر برائے سول ملٹری تعلقات ملاحظہ فرمائیے:

http://www.pildat.org/Publications/publication/CMR/MonitorOnCivil-MilitaryRelationsinPakistan_Jun012015_Jun302015.pdf

11۔ رپورٹ بعنوان 'Proposals to Strengthen Media's Role in Combating Terrorism' جو پاکستان مسلم لیگ۔نواز کی رکن قومی اسمبلی محترمہ ماروی میمن کی سربراہی میں قائم کمیٹی نے تیار کی تھی' پارلیمان میں زیرِ بحث آنے سے قبل ہی متنازعہ ہو چکی تھی۔

12۔ رپورٹ کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.na.gov.pk/uploads/documents/1420803034_453.pdf

13۔ مسودہ قانون کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.na.gov.pk/uploads/documents/1421399434_340.pdf

14۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

Medialogic CEO alleges Express Media Group manipulated TV ratings system, The Express Tribune, September 21, 2015, as accessed on November 18, 2015 at:

http://www.dawn.com/news/1205692

15۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

U-Turn on Media Reforms, Dawn, February 08, 2016, as accessed on February 18, 2016 at:

http://www.dawn.com/news/1238053/u-turn-on-media-reforms

16۔ ایسا اس وقت دیکھنے میں آیا جب وزیر اعظم نے 15 ستمبر 2015 کو کسانوں کے لئے 341 بلین کے ریلیف پیکج کا اعلان کیا۔ الیکشن کمیشن نے 29 ستمبر 2015 کو جزوی طور پر اس منصوبے کو یہ کہہ کر معطل کر دیا کہ پنجاب اور سندھ میں مقامی حکومت کے انتخابات کے شیڈول کے بعد اس کا اعلان ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی ہے۔ وفاقی حکومت نے الیکشن کمیشن کے فیصلے کو اسلام آباد ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا جس نے الیکشن کمیشن کے احکامات کو کالعدم قرار دے دیا۔

17۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

Arbitrary changes, Dawn, May 18, 2015, as accessed on November 18, 2015 at:

http://www.dawn.com/news/1182561/arbitrary-changes

18۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

NA Speaker constitutes committee on electoral reforms, Dawn, July 26, 2015, as accessed on November 18, 2015 at: http://www.dawn.com/news/1121556

19۔ قرارداد کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.na.gov.pk/en/resolution_detail.php?id=199

20۔ قرارداد کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.na.gov.pk/en/resolution_detail.php?id=193

21۔ قرارداد کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.na.gov.pk/en/resolution_detail.php?id=225

22۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://tribune.com.pk/story/908645/shifting-the-blame-k-electric-is-exploiting-the-situation-says-cm

23۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://tribune.com.pk/story/944836/lng-deal-to-be-signed-with-qatar-in-six-weeks-says-abbasi

24۔ قرارداد کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.na.gov.pk/en/resolution_detail.php?id=215

25۔ قرارداد کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.na.gov.pk/en/resolution_detail.php?id=220

26۔ قانون سازی کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.na.gov.pk/uploads/documents/1432042565_564.pdf

27۔ اس حوالے سے مکمل رپورٹ کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

http://www.na.gov.pk/uploads/documents/1450170327_139.pdf

28۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

PA for private school audit, tax imposition, Dawn, February 11, 2015, as accessed on February 18, 2016 at: http://www.dawn.com/news/1162886/pa-for-private-schools-audit-tax-imposition

29۔ قرارداد کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

http://www.pakp.gov.pk/2013/resolutions/10218

30۔ مسودہ قانون کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

file:///Users/muhammad.saad/Downloads/Whitsle-Blower-Act-2015.pdf

31۔ مسودہ قانون کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

file:///Users/muhammad.saad/Downloads/Conflict-of-Interest-Bill-2015-MPA-amend-incorporated2.pdf

32۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

Sindh rejects Center's Move to Levy Tax on Gas Consumers, Dawn, February 17, 2015, as accessed on February 18, 2016 at:

http://www.dawn.com/news/1164009/sindh-rejects-centres-move-to-levy-tax-on-gas-consumers

33۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

Sindh Assembly slams power companies over outages, Dawn, June 21, 2015, as accessed on February 18, 2016 at:

http://www.dawn.com/news/1189400/sindh-assembly-slams-power-companies-over-outages

34۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

Govt. criticized for suppressing the Opposition's voice, Dawn, April 07, 2015, as accessed on February 18, 2016 at:

http://www.dawn.com/news/1174386/govt-criticised-for-suppressing-oppositions-voice

35۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

Govt. drafts anti-horse trading amendment, Dawn, February 27, 2015, as accessed on May 10, 2015 at:

http://www.dawn.com/news/1165988/govt-drafts-anti-horse-trading-amendment

36۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

http://www.dawn.com/news/1229966

37۔ مکمل متن کے لئے سینیٹ سیکرٹریٹ کی جاری کردہ 16 اپریل 2015 کی فہرست کارروائی ملاحظہ فرمایئے:

http://senate.gov.pk/uploads/documents/1429159110_528.htm

38۔ پبلک پٹیشن پورٹل کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

http://www.asianparliament.org.pk/Petitions/index.php

39۔ حاضری کا ریکارڈ صوبائی اسمبلی پنجاب کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

http://www.pap.gov.pk/ext/attendance.php

40۔ آئین کا آرٹیکل (3)154

41۔ مکمل رپورٹ اس ویب پتے پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

http://senate.gov.pk/uploads/documents/whole/cw1-2015.pdf

42۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

PM Legal and Judicial Reforms Committee Chairman Submits Recommendations, Pakistan Observer, August 05, 2015, as accessed on January 29, 2016 at:

http://pakobserver.net/detailnews.asp?id=269790

43۔ اس حوالے سے لا اینڈ جسٹس کمیشن کی شائع کردہ مکمل رپورٹ اس ویب پتے پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

http://www.ljcp.gov.pk/R_P/JSP_14/index.html

44۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

Medialogic CEO alleges Express Media Group manipulated TV ratings system, The Express Tribune, September 21, 2015, as accessed on November 18, 2015 at:

http://www.dawn.com/news/1205692

45۔ پانچ رکنی کمیٹی، جس کا پہلا اجلاس 11 جنوری کو ہوا، سینئر ارکان پارلیمان اور وفاقی کابینہ کے ارکان پر مشتمل ہے۔ اس کمیٹی میں، جس کے سربراہ جناب پرویز رشید، وفاقی وزیر اطلاعات، نشریات اور قومی ورثہ ہیں، جناب احسن اقبال، وزیر منصوبہ بندی، ترقیات اور اصلاحات، محترمہ انوشہ رحمان خان، وزیر مملکت برائے ٹیلی کمیونیکیشن (ایم این اے: پاکستان مسلم لیگ۔نواز)، جناب عرفان صدیقی، معاون خصوصی برائے وزیر اعظم برائے قومی امور اور محترمہ مریم اورنگزیب (ایم این اے: پاکستان مسلم لیگ۔نواز) شامل ہیں۔ کمیٹی کا دوسرا اجلاس 21 جنوری 2016 کو ہوا جس میں ارکان نے انفرادی طور پر پلڈاٹ سے حق حصول معلومات کے مسودہ قانون پر مشاورت کی۔

46۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

PILDAT's Monitor on Right to Information, September 2015, which may be accessed at:

http://www.pildat.org/Publications/publication/FOI/RTIMonitor_Sep15_Eng.pdf

47۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

Appointment of Absar Alam as PEMRA Chairman notified, Daily Times, November 12, 2015, as accessed on January 29, 2016 at:

http://www.dailytimes.com.pk/national/12-Nov-2015/appointment-of-absar-alam-as-pemra-chairman-notified

48۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

PML-N leads Cantonment Board elections: unofficial results, The Express Tribune, April 25, 2015, as accessed on May 10, 2015 at:

http://tribune.com.pk/story/875798/pml-n-takes-lead-in-cantonment-board-elections-unofficial-results

حوالہ جات

49۔ اشاعت اس ویب پتے پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

50۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

Customs official shot dead by unknown assailants, Dawn, June 04, 2015, as accessed on January 22, 2016 at: http://www.dawn.com/news/1186107

51۔ تفصیلات کے لئے پلڈاٹ کا مارچ 2015 میں شائع ہونے والا مانیٹر برائے سول ملٹری تعلقات ملاحظہ فرمائیے:

http://www.pildat.org/Publications/publication/CMR/MonitorOnCivil-MilitaryRelationsinPakistan_Mar012015_Mar312015.pdf

52۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.pildat.org/eventsdel.asp?detid=743

53۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://www.pildat.org/eventsdel.asp?detid=743

54۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

Operation Overkill: How not to Improve Law and Order in Karachi, Herald, October 29, 2015, as accessed on February 17, 2016 at:

http://herald.dawn.com/news/1153278/operation-overkill-how-not-to-improve-law-and-order-in-karachi

55۔ ضابطہ اخلاق کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

http://ecp.gov.pk/na122and144coc.PDF

56۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

Arbitrary changes, Dawn, May 18, 2015, as accessed on November 18, 2015 at:

http://www.dawn.com/news/1182561/arbitrary-changes

57۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

By-elections: PTI to challenge ECP's code of conduct, the Express Tribune, September 21, 2015, as accessed on November 09, 2015 at:

http://tribune.com.pk/story/960531/by-elections-pti-to-challenge-ecps-code-of-conduct

58۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

SC restores ECP's code of conduct for by-elections, The News, September 08, 2015, as accessed on November 09, 2015 at:

http://www.thenews.com.pk/article-196722-SC-restores-ECPs-code-of-conduct-for-by-elections

59۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

NA Speaker constitutes committee on electoral reforms, Dawn, July 26, 2015, as accessed on November 18, 2015 at: http://www.dawn.com/news/1121556

60۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

Election tribunals given another extension, Dawn, January 02, 2015, as accessed on January 07, 2016 at:

http://www.dawn.com/news/1154541

61۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

PILDAT's Monitor on Internal Democracy of Political Parties, July 2015, which can be accessed at:

http://www.pildat.org/Publications/publication/Democracy&LegStr/Monitor_Political_Parties_Internal_Democracy_July2015.pdf

62۔ ایضاً

63۔ ان اختیارات میں حکومتی محکموں اور افراد کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تحقیق کرنا، پٹیشنز پر از خود کارروائی، مختلف افراد کی حراست کے قانونی جواز کا جائزہ لینے کے لئے حراستی مراکز کا دورہ کرنا اور اس بات کو یقینی بنانا کہ زیرِ حراست افراد سے قانون کے مطابق سلوک ہو رہا ہے، پاکستان کے دستوری اور قانونی فریم ورک برائے انسانی حقوق پر نظرِ ثانی کرنا اور ان میں ترامیم تجویز کرنا، انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدوں پر موثر عملدرآمد کے لئے سفارشات کرنا اور انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ کے لئے نیشنل ایکشن پلان تیار کرنا شامل ہیں۔ کمیشن کے پاس سول عدالت کے اختیارات ہیں اور قانون کے تحت حکومت کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے مقدمات کی سماعت کے لئے ایک خصوصی عدالت قائم کرنا ہوگی۔

64۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:

NCHR in limbo: New rights body hobbled by lack of funds, facilities, The Express Tribune, August 23, 2015, as accessed on November 20, 2015 at:

http://tribune.com.pk/story/943137/nchr-in-limbo-new-rights-body-hobbled-by-lack-of-funds-facilities

پلڈاٹ

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمینٹ
اینڈ ٹرانسپیرینسی

اسلام آباد آفس : پی، او، باکس 278، F-8 ، پوسٹل کوڈ: 44220، اسلام آباد، پاکستان
لاہور آفس: پی، او، باکس 11098، L.C.C.H.S ، پوسٹل کوڈ: 54792، لاہور، پاکستان

ای میل : info@pildat.org
ویب : www.pildat.org